بزرگانِ دین کے اقوال اور ان سے حاصل ہونے والے مدنی نکات پر مشتمل اصلاحی بیانات

فیضِ صالحین

حضرت علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری

786

92

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب	فیض الصالحین
مؤلف	علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری مدظلہ العالی
صفحات	224
ہدیہ	[redacted] روپے
اشاعت اول	مارچ 2003ء

﴿توجہ فرمائیں﴾

آپ سے مدنی گذارش ہے کہ خط وکتابت کے لئے آئندہ درجِ ذیل پتے کو استعمال کریں نیز ہماری کتب بھی (پرچون وہول سیل) یہاں سے طلب فرمائیں۔

مکتبہ اعلیٰ حضرت دکان نمبر 4 داتا دربار مارکیٹ ستا ہوٹل لاہور

Ph.....042-7247301......

E.Mail Adress : ajmalattari20@hotmail.com

پیش لفظ

الحمدللہ (عزوجل) بیانات کے مختلف تحریری مجموعے مثلاً ''اصلاحی بیانات، نورانی واقعات، قرآنی بیانات اور ہمارے اسلاف اور ہم'' منظر عام پر لانے کے بعد بیانات کا ایک اور مدنی گلدستہ بنام ''فیضِ صالحین'' پیش خدمت ہے۔

علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری مدظلہ العالی نے اس کتاب میں بزرگانِ دین کے ارشادات اور ان سے حاصل ہونے والے اصلاحی نکات جمع فرمائے ہیں۔

ان شاءاللہ (عزوجل) یہ کتاب خصوصا مبلغین کے لئے سہولت کا سامان فراہم کرے گی اور دیگر حضرات بھی مستفیض ہوئے بغیر نہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب میں موجود قیمتی دولت کی برکات کی مالا مال فرمائے۔ امین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

خادم مکتبہ اعلیٰ حضرت (قدس سرہ)

محمد اجمل عطاری عفی عنہ

۲۷ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ، ۳۱ مارچ ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ(عزوجل)، فرشتوں اور مسلمانوں کا محبوب

خالق اور مخلوق دونوں کو بیک وقت اپنے آپ سے راضی رکھنا مشکل ترین کاموں میں سے ایک ہے۔ کیونکہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لئے عملی اقدامات کرتا ہے، تو مخلوق ناراض ہو جاتی ہے اور جب مخلوق کو راضی رکھنے کی کوشش کرے تو خالق کی نافرمانی سے محفوظ رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

حضرت حاتم اصم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ ''میں نے مخلوق سے پانچ چیزیں طلب کیں، مگر نہ مل سکیں۔

میں نے ان سے کہا کہ میرے لئے زہد وطاعت مہیا کرو، لیکن وہ نہ کر سکے۔

میں نے کہا کہ ''زہد وطاعت کے حصول میں میری مدد ہی کر دو، مگر وہ مدد بھی نہ کر سکے۔

پھر میں نے کہا کہ اگر میں زہد وطاعت کے حصول کے لئے تم سے کنارہ کشی اختیار کروں، تو ناراض نہ ہونا، مگر وہ کنارہ کشی پر ناراض ہو گئے۔

میں نے کہا کہ ''تم زہد وطاعت کے حصول کی راہ میں رکاوٹ نہ بننا، مگر وہ روکنے سے بعض نہ آئے۔

آخر میں نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جانب تو نہ بلاؤ، مگر

انہوں نے میری اس بات کو بھی تسلیم نہ کیا۔ جب لوگوں سے میری کوئی بھی مراد پوری نہ ہوئی، تو میں ان سے کنارہ کش ہوکر اصلاح نفس میں مشغول ہوگیا۔''

(منہاج العابدین۔ دوسری رکاوٹ کا بیان)

لیکن یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ اس معاملہ کومشکل ترین تو قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن ناممکن نہیں۔ چنانچہ اگر انسان واقعی سنجیدگی کے ساتھ کوشش کرے، تو اللہ تعالیٰ، اپنے محبوبِ کریم (ﷺ) کے وسیلہ جلیلہ سے اس مقصد میں ضرور کامیابی عطا فرمائے گا۔ اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے بطورِ رہنما درجِ ذیل قول کو سامنے رکھنا چاہیئے۔

حضرتِ عثمانِ غنی (رضی اللہ عنہ) کا ارشاد ہے،

''جس نے دنیا کو ترک کیا، اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہے..اور..

جس نے گناہوں کو چھوڑا، فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں..اور..

جو مسلمانوں سے اپنی حرص ختم ڈالے تو وہ مسلمانوں کا پیارا ہوجاتا ہے۔''

سبحان اللہ! اس قول مبارک میں خالق و دیگر مخلوق کے علاوہ فرشتوں کو راضی کرنے کا طریقہ بھی بیان فرمادیا گیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مذکورہ فوائد کو حاصل کرنے کے لئے اس نصیحت پر صدقِ دل سے عمل کی کوشش کی

تکمیل سے قبل کامل طور پر اس کی برکات سے فیضیاب ہونا ممکن نہیں۔ مثلاً قول پاکیزہ کا پہلا حصہ ہے،

''جس نے دنیا کو ترک کیا، اللہ تعالیٰ اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے۔''

اولاً یاد رہے کہ دنیا سے مراد ہر وہ شے ہے کہ جو اللہ عزوجل کی یاد سے غافل کرنے کا سبب بن سکتی ہو۔ اب چاہے وہ مال کی شکل میں ہو یا لباس کی، کھیل کود کی صورت میں ہو یا دوست احباب کی، دنیاوی تعلیم کے روپ میں ہو یا فلموں ڈراموں کی، سب کا سب دنیا ہے۔

ثانیاً یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ کی یاد سے غافل ہونے کا مطلب اس کی فرض وواجب ولازم کردہ عبادت سے دور.. یا.. کسی گناہ میں مشغول ہوجانا ہے۔

مذکورہ معانی کو پیش نظر رکھا جائے تو ذکر کردہ قول کا یہ مطلب سامنے آئے گا کہ جو شخص عبادتِ الٰہی سے دور.. یا.. کسی گناہ میں مشغول کردینے والی چیزوں کو ترک کردے، تو اللہ عزوجل اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے۔

واضح مطلوب حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رزق حلال کے لئے جستجو کرنا، رزق حلال سے حاصل شدہ اچھا کھانا، اچھا پہننا اور دیگر نعمتوں سے لطف اندوز ہونا، دنیا میں داخل نہیں۔

محبتِ الٰہی کے ہر طلبگار کو چاہیئے کہ اپنے قرب وجوار میں موجود ہر شے

کا اسی پہلو کو سامنے رکھ کر تنقیدی نظروں سے جائزہ لے، جو جو چیز غفلت کا سبب بنتی نظر آئے، اولاً دیکھے کہ کیا اسے اختیار رکھنے کے ساتھ ساتھ غفلت سے بچنا ممکن ہے، اگر جواب ہاں میں ملے تو ٹھیک، ورنہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں بالکل دیر نہ کرے۔

اس دور میں مذکورہ مقصد کا حصول ناممکن نہیں، تو مشکل ترین ضرور ہے۔ کیونکہ اپنے اطراف پر ایک سرسری نگاہ دوڑائی جائے، تو بظاہر ہر شے غفلت اور بارگاہِ الٰہی (عزوجل) سے دوری کی جانب مائل کرتی نظر آتی ہے۔ مثلاً گھر میں موجود حصولِ تفریح کے آلات، بسا اوقات خود گھر کے سرپرست، بھائی بہن اور دیگر رشتہ دار، محلے کے دوست، اسکول و کالج و یونیورسٹی کا ماحول، حصولِ رزق کے لئے جس مقام پر رہنے کا اتفاق ہو، وہاں کا ماحول اور ماڈرن معاشرے کی رنگینیاں، غرض مخالفین کی کثرت ہے اور معاون کوئی نظر نہیں آتا۔

ایسی صورت میں کسی کا خود کو غفلت سے محفوظ رکھنا اور ظاہر و باطن کی حفاظت کرنا یقیناً مشکل ترین کاموں میں سے ہے، لیکن یہ بھی حقیقتِ صادقہ ہے کہ جو انسان عزمِ مصمم کر کے، اللہ عزوجل کی ذاتِ بابرکت پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے، کسی نیک مقصد کی جانب قدم بڑھاتا ہے، قدرت اس کے لئے ضرور آسانیاں فراہم کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

''وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ

الْمُحْسِنِيْنَ ۔اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔(پ۲۱۔العنکبوت۔۶۹)

اور...

حضرت انس (رضی اللہ تعالی عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،''جب کوئی بندہ میری جانب ایک بالشت قریب ہوتا ہے،تو میری رحمت ایک گز اس کے قریب ہو جاتی ہے اور جب وہ ایک گز میرے قریب ہوتا ہے،تو میری رحمت دونوں بازوؤں کے پھیلانے کی مقدار اس کے قریب ہو جاتی ہے اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے،تو میری رحمت اس کی جانب دوڑ کر آتی ہے۔''(بخاری۔کتاب التوحید)

مذکورہ مقصدِ عظیم کے حصول کے لئے سب سے پہلے ان آیات واحادیثِ کریمہ پر بار بار غور کرنا ضروری ہے کہ جن میں دنیا کی مذمت اور اس کے مقابلے میں آخرت کو فوقیت دی گئی ہے،تاکہ قلب وذہن ونفس،ترکِ دنیا کی جانب مائل ہونے میں مزاحم نہ ہوں۔اس سلسلے میں درج ذیل آیات واحادیثِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بے حد مفید رہیں گی۔

﴿1﴾ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا،''جب اللہ عزوجل کسی بندے سے محبت فرماتا ہے،تو اسے دنیا سے بچالیتا ہے،جیسے تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے بچاتا ہے۔''(مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

﴿2﴾ حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کے ساتھ ایک بھیڑ کے مرے ہوئے بچے کے پاس سے گزرے، اسے دیکھ کر فرمایا، ''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے یہ بچہ ایک درہم کے بدلے میں حاصل کرے؟'' عرض کی گئی، ''ہم تو اسے کسی بھی شے کے بدلے میں لینا پسند نہیں کریں گے۔''

آپ نے فرمایا، ''واللہ! رب تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل وحقیر ہے، جتنا تمہارے نزدیک یہ بھیڑ کا مردہ بچہ۔'' (مشکوۃ بحوالہ مسلم)

﴿3﴾ حضرت عمرو بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں تم پر فقیری سے خوف نہیں کرتا، لیکن میں تم پر اس سے خوف کرتا ہوں کہ تم پر دنیا پھیلا دی جائے جیسے تم سے پہلے والوں پر پھیلا دی گئی تھی تو تم اس میں رغبت کر جاؤ، جیسے وہ لوگ رغبت کر گئے اور تمہیں ویسے ہی ہلاک کر دے جیسے انہیں ہلاک کر دیا۔ (مشکوۃ بحوالہ مسلم و بخاری)

﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ہوشیار رہو! دنیا لعنتی چیز ہے اور جو دنیا میں ہے وہ لعنتی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر، عالم، طالب علم اور اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب بنے۔ (مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

﴿5﴾ حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو

اس میں سے کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ پلاتا۔ (مشکوۃ بحوالہ مسند امام احمد)

﴿6﴾ حضرت ابو موسی (رضی اللہ تعالی عنہ) سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جو دنیا سے محبت کرتا ہے، وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچا لیتا ہے اور جو اپنی آخرت سے محبت رکھتا ہے، وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچا لیتا ہے تو باقی کو فناء ہو جانے والی پر اختیار کرو۔ (مشکوۃ بحوالہ مسند امام احمد)

ان پاکیزہ کلمات پر غور و فکر کی نعمت کے حصول کے ساتھ ساتھ قناعت پسند اور دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے مسلمان بھائیوں کی صحبت اختیار کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ جب انسان کوئی اچھی بات سنتا یا پڑھتا ہے، تو اسے اپنے قلب میں ایک نور جلوہ افروز ہوتا محسوس ہوتا ہے، جس کی نورانی کرنیں، بارگاہِ الہی میں مقبول ہونے کی راہیں دکھارہی ہوتی ہیں، اس نورانیت کی حفاظت اور اس میں اضافہ فقط نیک صحبت کی بناء پر ہی ممکن ہے۔

اس کے برعکس اگرِ غافل حضرات کے قریب رہنے کو فوقیت دی، تو ان کی صحبت اس قلبی نورانیت کو سلب کر لیتی ہے اور وہی نورانی دل، گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوب جاتا ہے، جس کی نحوست کی بناء پر عمل تو دور کی بات ، نورانیت کا سبب بننے والی سابقہ باتوں کو دوبارہ پڑھنے یا سننے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ درج ذیل حدیث پاک اسی جانب اشارہ کرتی نظر آتی ہے،

پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمانِ عالیشان ہے کہ ''اچھے اور برے

مصاحب کی مثال مشک اٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے والی جیسی ہے۔ کستوری اٹھانے والا تمہیں دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں اس سے عمدہ خوشبو آئے گی۔ بھٹی جھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں اس سے ناگوار بو آئے گی۔'' (مشکوۃ بحوالہ مسلم و بخاری)

قول مبارک کا دوسرا حصہ ہے،

جس نے گناہوں کو چھوڑا، فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں۔

فرشتے، اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ مخلوق ہے، جسے ہر قسم کے صغیرہ کبیرہ گناہ اور بری صفت سے پاک رکھا گیا ہے۔ اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو خود پاکیزہ ہو وہ پاکیزگی ہی محبوب رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو انسان خود کو ہر قسم کے گناہوں کی آلودگی سے دور رکھنے کی کوشش کرے تو اس کی پاکیزگی کی بناء پر فرشتے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔

لھذا انسان کو چاہیئے کہ فرشتوں کا محبوب بننے کی غرض سے گناہوں سے پرہیز کو اپنے لئے لازم کر لے۔ اور یہ پرہیز اسی وقت ممکن ہے کہ جب انسان اس بات کی مکمل معرفت حاصل کر لے کہ شریعت نے کن کن افعال کو گناہوں میں شمار کیا ہے اور اس معرفت کے لئے دینی کتب کا مطالعہ، اچھی صحبت اور اصلاحی بیانات سننا لازم و ضروری ہے۔

اور قول کا تیسرا حصہ ہے،

جو مسلمانوں سے اپنی حرص ختم ڈالے تو وہ ان کا پیارا ہو جاتا ہے۔

یہ انسان کی فطرت ہے کہ جسے اپنا محتاج دیکھتا ہے، اس سے بھاگتا ہے اور جسے اپنے آپ سے بے نیاز پاتا ہے، اس کی جانب مائل ہوتا ہے۔ جو مسلمان ،دیگر مسلمانوں کا محبوب بننا چاہے ،اسے اسی فطرت انسانی کو سامنے رکھتے ہوئے بے نیازی اختیار کرنی چاہیے، جب لوگ اسے خود سے بے نیاز پائیں گے تو خود بخود اس کی جانب اپنے دلوں کو جھکتا ہوا پائیں گے۔

اسی بے نیازی کے باعث ہمارے اکابرین، وقت کے حکمرانوں پر حکومت فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ درج ذیل واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

☆ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف اپنی فوج کے ہمراہ، حضرت خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی محفل وعظ میں حاضر ہوا۔ محفل میں شریک ایک بزرگ کے دل میں خیال آیا کہ آج حسن بصری کا امتحان ہے، دیکھتے ہیں کہ یہ اس ظالم کے استقبال کے لئے کھڑے ہوتے ہیں یا وعظ میں مشغول رہتے ہیں۔ جب حجاج محفل میں داخل ہوا، تو خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اس کی جانب بالکل متوجہ نہ ہوئے اور اس کی آمد کی پرواہ کئے بغیر اپنا وعظ جاری رکھا۔ وعظ اختتام پزیر ہوا، تو حجاج نے آپ کے دستِ اقدس کو بوسہ دیتے ہوئے کہا کہ ''اگر تم کسی مردِ خدا سے ملنا چاہتے ہو، تو حسن کو دیکھ لو۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۶)

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے اپنے وزیر فضل برمکی کے سامنے، کسی ولی کامل سے ملاقات اوران سے نصیحت حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ فضل جانتا تھا کہ حضرت فضیل بن عیاض (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ولایت کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں، لھذا ہارون کوآپ کی بارگاہ میں لے آیا۔

جب یہ دونوں دروازے کے باہر پہنچے، تو اندر سے حضرت کے قرآن پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ آپ یہ آیتِ پاک تلاوت فرمارہے تھے، ''اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَھُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ کیا جنہوں نے برائی کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کردیں گے جو ایمان لائے۔ (ترجمہ کنزالایمان)[1]''

یہ آیتِ کریمہ سن کر ہارون نے کہا، ''اس سے بڑھ کر اور کون سی نصیحت ہوسکتی ہے؟'' پھر فضل نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے دریافت کیا گیا، کون؟... فضل نے کہا، ''امیر المؤمنین تشریف لائے ہیں، آپ سے ملاقات کے مُتَمَنِّی ہیں۔'' حضرت فضیل (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے جواب دیا، ''ان کا میرے پاس کیا کام اور میرا ان سے کیا واسطہ؟ آپ حضرات میری مشغولیت میں خلل نہ ڈالیں۔'' فضل بولا، ''اگر آپ اجازت نہ دیں گے، تو ہم بلا اجازت ہی داخل ہوجائیں گے۔'' اندر سے جواب ملا، ''میں تو اجازت نہیں دیتا، ویسے بلا اجازت اندر داخل ہونے میں تم دونوں مختار ہو۔''

جب یہ دونوں اندر داخل ہوئے، تو حضرت نے چراغ بجھا دیا تاکہ ان کی صورت نظر نہ آئے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ فارغ ہوئے تو ہارون نے نصیحت کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ''تمہارے والد، سید الانبیاء (ﷺ) کے چچا تھے۔ جب انہوں نے کسی ملک کا حکمراں بننے کی خواہش کا اظہار کیا، تو رحمتِ عالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا تھا، ''میں تمہیں، تمہارے نفس کا حکمران بناتا ہوں، کیونکہ دنیاوی حکومت تو بروزِ قیامت، وجہِ ندامت بن جائے گی۔'' یہ سن کر ہارون نے عرض کہ'' کچھ اور ارشاد فرمایئے۔'' فرمایا،'' جب عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو حکومت حاصل ہوئی تو انہوں نے کچھ ذی عقل لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ ''مجھ پر ایک ایسے بارِ گراں کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے، جس سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔''

یہ سن کر ان میں سے ایک نے مشورہ دیا تھا کہ'' آپ ہر سن رسیدہ شخص کو اپنا والد، ہر جوان کو بمنزلہ بھائی یا بیٹا اور ہر عوت کو ماں یا بیٹی یا بہن سمجھیں، پھر انہیں رشتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔'' ہارون رشید نے عرض کی، '' کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں۔'' آپ نے فرمایا،'' مجھے خوف ہے کہ کہیں تمہاری حسین و جمیل صورت نارِ جہنم کا ایندھن نہ بن جائے، کیونکہ بہت سے حسین چہرے، بروز قیامت آگ میں جا کر تبدیل ہو جائیں گے، وہاں بہت سے امیر، اسیر ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ محشر میں جواب دہی

ل :۔ سورۃ الجاثیۃ۔ ۲۱۔ پ ۲۵

کے لئے ہر لمحہ چوکس رہو کیونکہ وہاں تم سے ایک ایک مسلمان کی باز پرس ہوگی۔ اگر تمہاری سلطنت میں ایک غریب عورت بھی بھوکی سوگئی، تو بروز قیامت تمہارا گریبان پکڑے گی۔'' ہارون اس نصیحت کو سن کر رونے لگا، حتی کہ روتے روتے اس پر غشی طاری ہوگئی۔ یہ حالت دیکھ کر فضل نے عرض کی، ''حضرت! بس کیجئے، آپ نے تو امیر المؤمنین کو نیم مردہ کردیا۔'' آپ نے ارشاد فرمایا، ''اے ہامان! خاموش ہوجا، میں نے نہیں بلکہ تو اور تیری جماعت نے ہارون کو زندہ درگور کردیا ہے۔'' یہ سن کر ہارون پر مزید رقت طاری ہوگئی۔

جب کچھ افاقہ ہوا تو عرض کی، ''حضور آپ پر کسی کا قرض تو نہیں ہے؟''...فرمایا، ''ہاں، اللہ عزوجل کا قرض ہے اور اس کی ادائیگی صرف اطاعت سے ہی ہوسکتی ہے۔ لیکن اس کی ادائیگی بھی میرے بس کی بات نہیں، میدان محشر میں میرے پاس کسی سوال کا جواب نہ ہوگا۔'' ہارون نے عرض کی، ''میرا مقصد دنیاوی قرض سے تھا۔'' آپ نے فرمایا، ''اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے میرے پاس اتنی نعمتیں ہیں کہ مجھے کسی سے قرض لینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔''

ہارون نے ایک ہزار دینار کی ایک تھیلی آپ کی خدمت میں بطورِ نذرانہ پیش کرتے ہوئے عرض کی، ''یہ رقم مجھے اپنی والدہ کے ورثے میں سے حاصل ہوئی ہے، اس لئے قطعاً حلال ہے، قبول فرمالیں تو کرم نوازی ہوگی۔'' آپ نے فرمایا، ''تجھ پر بے حد افسوس ہے، میری ساری نصیحتیں بے کار گئیں۔ میں تو تجھے

نجات کا راستہ دکھا رہا ہوں اور تو مجھے ہلاکت میں گرانا چاہتا ہے۔ یہ مال مستحقین کو ملنا چاہیئے اور تو اسے ایک غیر مستحق کو دے رہا ہے۔'' یہ کہہ کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۵۵)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس قول مبارک کے فیوض و برکات سے مالا مال ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆

آخرت کی تیاری

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ''تین چیزیں نجات دلوانے والی..تین ہلاک کرنے والی..تین درجات کی بلندی کا سبب..اور...تین گناہوں کا کفارہ ہیں۔

نجات دلوانے والی یہ ہیں۔

(۱) خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ کا خوف۔(۲) فقیری و مالداری میں میانہ روی۔(۳) خوشی وغضب کی حالت میں عدل وانصاف۔''

اور..........

ہلاک کرنے والی تین یہ ہیں۔

(۱) شدید بخل۔(۲) ایسی خواہشِ نفسانی کی جس کی پیروی کی جائے۔(۳) انسان کا اپنے آپ پر تعجب کرنا (یعنی اپنی کسی خوبی کو ذاتی کمال سمجھ کر خود کو قابلِ تعریف نگاہوں سے دیکھنا)۔

اور..........

درجات بلند کرنے والی یہ ہیں۔

(۱) سلام کا عام کرنا۔(۲) کھانا کھلانا۔(۳) رات کو اس وقت نماز پڑھنا، جب لوگ سو رہے ہوں۔

اور.........

گناہوں کا کفارہ یہ ہیں۔

(۱)سخت سردیوں میں کامل وضو کرنا۔(۲)مسجد میں جماعت ادا کرنے کی غرض سے چلنا۔(۳)ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار کرنا۔

جس بھی انسان کو آخرت پر ایمان رکھنے کی سعادت حاصل ہوئی، اسے اس بات کی ضرور جستجو ہونی چاہیئے کہ اخروی نجات کے سلسلے میں کون کون سے اعمال معاون ثابت ہوں گے، اس راہ میں کن کن افعال کے باعث ہلاکت کا شکار ہوا جا سکتا ہے، کون کون سی چیزیں بارگاہ الٰہی میں درجات کی بلندی کا سبب بن سکتی ہیں اور گناہوں کا کفارہ بننے والی اشیاء کیا کیا ہیں؟

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) نے اپنے اس قول پاک میں ان ہی چیزوں کو واضح طور پر بیان فرمایا دیا ہے۔ ہر سمجھ دار مسلمان کو چاہیئے کہ ان صحابی رسول (ﷺ) کے بیان کردہ امور کے ذریعے مذکورہ انعامات کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ آیئے ہم بھی اس قول پاک میں ذکر کردہ انعامات کی وجوہات جاننے کی کوشش کریں تاکہ عمل کا مزید جذبہ حاصل کرنے میں آسانی محسوس ہو۔ آپ نے سب سے پہلے نجات دلوانے والی ان تین چیزوں کو بیان فرمایا ہے۔

(۱)خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ کا خوف:۔

چونکہ انسان خوفِ خدا کے باعث نیکیوں کے ارتکاب اور

گناہوں سے دوری پر استقامت حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے اور یہ دونوں امور نجات دلوانے والے ہیں، لھذا آپ کا خوفِ خدا کو سببِ نجات قرار دینا بالکل درست ہے۔

بے شمار احادیثِ کریمہ سے بھی اس کا سبب نجات بننا بخوبی ثابت ہے۔ جیسا کہ

☆ حضرت انس (رضی اللہ تعالی عنہ) سے روایت ہے کہ پیارے آقا (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اسے آگ سے نکال لو جس نے مجھے ایک دن یاد کیا ہو یا ایک جگہ میں مجھ سے خوف کیا ہو۔ (مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

اور.....

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) سے مروی ہے، سرکارِ دو عالم (ﷺ) نے فرمایا کہ ایک شخص نے کبھی بھی کوئی نیکی نہ کی تھی، اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا پھر آدھی راکھ جنگل میں اور آدھی دریا میں اڑا دینا، رب کی قسم! اگر اللہ تعالی نے میری پکڑ فرمائی تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا کہ پورے جہان میں سے کسی کو نہ دیا ہوگا۔"

جب اس شخص کا انتقال ہو گیا تو اس کی رضا کے مطابق گھر والوں نے وصیت پوری کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کو اس کی راکھ جمع کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اس نے اپنے اندر موجود تمام راکھ جمع کر دی۔ پھر جنگل کو یہی حکم دیا، اس نے بھی

ایسا ہی کیا۔ پھر (اس شخص کو زندہ فرما کر) سوال کیا کہ بتا تو نے ایسا کیوں کیا تھا؟ ....اس نے عرض کی، ''یارب! تو جانتا ہے کہ یہ سب کچھ فقط تیرے خوف کی بناء پر تھا۔'' یہ سن کر اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی۔ (مشکوۃ بحوالہ بخاری ومسلم)

(۲) فقیری ومالداری میں میانہ روی:۔

چونکہ خرچ میں میانہ روی انسان کو ہلاکت میں مبتلاء کرنے والی دو چیزوں یعنی بخل یا تنگدستی سے نجات دلواتی ہے، لھذا آپ نے اسے باعث نجات قرار دیا۔

ویسے بھی رحمت عالم (ﷺ) کا فرمانِ عالیشان ہے ''خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا۔ یعنی کاموں میں سب سے بہتر میانہ روی کا اختیار کرنا ہے۔'' اس کلام رسول (ﷺ) سے معلوم ہوا کہ ہر جائز کام میں میانہ روی اختیار کرنا بہترین خصلت ہے اور جس خصلت کو حبیبِ کبریا (ﷺ) بہترین قرار دے دیں، وہ یقیناً نجات دلوانے والی ہی ہوگی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا، '' خرچ میں میانہ روی آدھی زندگی ہے اور لوگوں سے محبت کرنا آدھی عقل ہے اور اچھا سوال آدھا علم ہے۔''
(مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان)

(۳) خوشی وغضب کی حالت میں عدل وانصاف:۔

عموماً خوشی..یا..غضب کی کیفیات انسان کو عدل وانصاف سے دور کر

دیتی ہیں۔ کیونکہ جب انسان کسی سے خوش ہوتو بسا اوقات اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہے، چاہے وہ اس کا مستحق ہو یا نہ ہو، یونہی جس کے متعلق دل میں بغض وکینہ وغصہ بھرا ہو عموماً اس کے خلاف ہی فیصلہ کیا جاتا ہے، چاہے وہ اس کے برعکس کا مستحق ہو۔ اب چونکہ عدل وانصاف اللہ تعالیٰ کو محبوب اور تقوی و پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے، لھذا اسے نجات والا قرار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

''اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۔ انصاف کرو وہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ سورۃ المائدۃ.۸۔ پ۶)......''

مزید ارشاد فرمایا،

''وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔ عدل کرو بے شک عدل کرنے والے اللہ کو پیارے ہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان۔ سورۃ الحجرات.۹۔ پ۲۶)

نیز حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالی عنہ) سے روایت ہے کہ رحمت کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان عالیشان ہے، ''انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے منبر پر ہوں گے (یہ وہ لوگ ہیں) جو اپنی حکومت، اہل وعیال اور زیرِ سایہ لوگوں میں انصاف کرتے ہیں۔'' (مسلم۔ کتاب الامارۃ)

نجات دلوانے والی اشیاء کے بعد آپ نے ہلاک کرنے والی چیز بیان فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا،

ہلاک کرنے والی تین یہ ہیں۔

(۱)شدید بخل:۔

چونکہ بخل انسان کو ان مقامات پر بھی خرچ سے روک دیتا کہ جہاں خرچ کرنا شریعت کو مطلوب ومحبوب ہے،لھذا اسے سببِ ہلاکت قرار دیا۔آیات واحادیث کریمہ میں اس کا سببِ ہلاکت ہونا واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔چنانچہ

اللہ عزوجل کا فرمان ہے،وَاَمَّا مَنْ م بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ☆وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ☆فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی ☆وَمَایُغْنِیْ عَنْہُ مَالُہٗ اِذَا تَرَدّٰی ۔اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا اور سب سے اچھی کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کریں گے اور اس کا مال اسے کام نہ آئے گا جب ہلاکت میں پڑے گا۔(ترجمۂ کنز الایمان۔سورۃ الیل.۸تا۱۱۔پ۳۰)

اور...

سرکار مدینہ(صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں بندے صبح کریں اور اس میں دو فرشتے نہ اتریں،جن میں سے ایک تو کہتا ہے کہ ''الٰہی!سخی کو زیادہ اچھا بدلہ عطا کر،اور دوسرا کہتا ہے کہ یااللہ!بخیل کو بربادی دے۔''

(بخاری۔کتاب الزکوۃ)

اور...

ارشاد ہوتا ہے،''ظلم سے بچو،کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرا ہوگا،

اور بخل سے بچو کہ اس نے تم سے پہلے والوں کو ہلاک و برباد کر دیا' اسی نے انہیں رغبت دی کہ وہ خون ریزی کریں اور حرام کو حلال جانیں۔"

(مسلم۔کتاب البر والصلۃ....)

(۲) ایسی خواہش نفسانی کی جس کی پیروی کی جائے:۔

نفس کی خواہشات تین قسم کی ہوتی ہیں۔ لے

(1) جائز و باعثِ ثواب۔

(2) حرام و گناہ۔

(3) مباح (یعنی نہ گناہ، نہ ثواب)

یہاں مباح و حرام خواہشیں مراد ہیں۔ چونکہ رحمتِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نفسانی خواہشات پورا کرنے پر وعیدیں بیان فرمائی ہیں، لھذا انہیں ہلاکت کا سببِ قرار دینا بالکل درست ہے۔

نبیِّ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے لئے تیاری کرے اور بے وقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگا دے اور (اس کے باوجود) اللہ سے (اچھی) امیدیں رکھے۔ (مشکوۃ بحوالہ ترمذی وابن ماجہ)

اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، "دوزخ کے آگے خواہشات اور جنت کے آگے مشکلات کا پردہ ہے۔ (یعنی خواہشات دوزخ میں جب کہ مشکلات پر صبر جنت میں لے جائے

گا۔)(بخاری۔کتاب الرقاق)

(۳)انسان کا اپنے آپ پر تعجب کرنا(یعنی اپنی کسی خوبی کو ذاتی کمال سمجھ کر خود کو قابلِ تعریف نگاہوں سے دیکھنا):۔

جب انسان اپنا تعریفی نظروں سے مشاہدہ شروع کر دے تو اسے اپنی ذات میں کمال ہی کمال نظر آتا ہے۔جس کی بناء پر اس کی شخصیت کے کمزور پہلو اوجھل ہو جاتے ہیں،نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسا شخص نصیحت قبول کرنے اور اپنا محاسبہ کر کے نقائصِ ذات کو دور کرنے سے محروم ہو جاتا ہے،اور یوں ہلاکت اس کے قدم پکڑ لیتی ہے۔

نبیٔ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمانِ عالی شان ہے کہ تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔(۱)نفس کی وہ خواہش جس کی پیروی کی جائے (۲)وہ بخل ہے جس کی اطاعت ہو..اور..(۳)انسان کا اپنے آپ کو اچھا جاننا۔اور یہ ان میں سب سے سخت تر ہے۔(مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان)

ان تین چیزوں کے بعد آپ نے درجات کی بلندی کا سبب بننے والی اشیاء کو بیان فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا،درجات بلند کرنے والی یہ ہیں۔

(۱)سلام کا عام کرنا:۔

یہ عمل نیکیوں میں اضافے اور درجات کی بلندی کے سلسلے میں سببِ

ل:۔نفس اور اس کی خواہشات کی معرفت کے لئے علامہ محمد اکمل عطاری مدظلہ العالی کے رسالہ بڑا بھائی کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔(ادارہ)

عظیم کی حیثیت رکھتا ہے۔اب چونکہ سلام کی برکت سے ڈھیروں ثواب نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے،لھذا اس کی برکت سے روز بروز درجات بلند ہوتے چلے جاتے ہیں۔جیسا کہ

''حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ تعالی عنہ) سے روایت ہے کہ ایکِ شخص حضور تاجدار مدینہ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا،''السلام علیکم'' آپ نے اس کا جواب دیا،وہ بیٹھ گیا۔نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا دس نیکیاں لکھی گئیں۔پھر دوسرا حاضرِ بارگاہ ہوا،اس نے عرض کیا''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' آپ نے اس کو بھی جواب دیا،وہ بھی بیٹھ گیا۔آپ نے فرمایا بیس نیکیاں لکھی گئیں ہیں۔پھر ایک اور آدمی حاضر خدمت ہوا اس نے عرض کی،''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' آپ نے اس کا بھی جواب دیا اور فرمایا تیس نیکیاں ہیں۔(مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

(۲) کھانا کھلانا:۔

صدقہ وخیرات بھی درجات بلند کروانے میں بہت مؤثر کردار ادا کرتے ہیں،جیسا کہ درج ذیل حدیث میں بیان کردہ واقعہ سے جانا جاسکتا ہے،

سیدنا ابوھریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) سے روایت ہے کہ،رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص جنگل میں کسی مقام پر موجود تھا کہ اس نے سنا،ایک بادل سے آواز آرہی تھی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر۔یہ بادل ایک

طرف کو بڑھا اور پتھریلی زمین پر پانی برسانے لگا پھر وہ پانی نالیوں کی شکل میں ایک جانب چلنا شروع ہو گیا۔ یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ کچھ دور جا کر اس نے دیکھا کہ ایک کسان اپنے باغ میں کھڑا بیلچے سے اسی پانی کو باغ میں مختلف مقام پر پہنچانے کے لئے راستہ بنا رہا ہے۔ اس شخص نے کسان سے سوال کیا کہ اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ وہ بولا کہ فلاں۔ یعنی وہی نام بتایا جو اس شخص نے بادلوں میں سنا تھا۔

کسان نے پوچھا کہ آپ نے میرا نام کیوں پوچھا۔ اِس نے جواب میں پورا واقعہ بیان کر دیا۔ پھر پوچھا کہ تو ایسی کون سی نیکی کرتا ہے کہ جس کے بدلے میں تجھ پر یہ انعامِ الٰہی ہوا؟...وہ کسان بولا، آپ کے پوچھنے پر بتاتا ہوں کہ میں سب سے پہلے باغ کی کل پیداوار کا حساب کر کے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیتا ہوں، پھر ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیتا ہوں، دوسرا حصہ میں اور میرے بیوی بچے کھاتے ہیں، جبکہ تیسرا اسی باغ میں دوبارہ استعمال کر لیتا ہوں۔ (مشکوۃ بحوالہ مسلم)

اب چونکہ کھانا کھلانا بھی صدقہ کی ایک صورت ہے جیسا کہ رحمت عالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم کسی بھوکے کلیجے کو سیر کر دو۔ (مشکوۃ بحوالہ بیہقی)

چنانچہ یہ بھی ضرور درجات بلند کروائے گا۔ اور ان درجات کا تھوڑا سا

بیان اس حدیث میں بھی مل جاتا ہے کہ

سرکارِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی ننگے کو لباس پہنائے اللہ تعالیٰ اسے سبز جنتی لباس پہنائے گا، اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا، اور جو کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے تو اللہ اسے مہر والی پاک وصاف شراب پلائے گا۔ (مشکوۃ بحوالہ ابوداؤد)

(۳) رات کو اس وقت نماز پڑھنا، جب لوگ سورہے ہوں:۔

اپنی نیند وآرام قربان کرکے بارگاہِ الٰہی میں خوش دلی کے ساتھ حاضری، یقیناً نفس پر گراں گزرنے والا ایک بے حد دشوار ترین کام ہے اور یہ مسلم اصول ہے کہ اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرنے کے سلسلے میں اختیار کیا جانے والا عمل جتنا مشقت سے بھرپور ہوگا، اس کے بدلے میں اتنا ہی زیادہ ثواب اور درجات عطا کئے جاتے ہیں۔ احادیثِ مبارکہ میں کئی مقامات پر اس چیز کو واضح کیا گیا ہے، چنانچہ

سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ تم رات میں اٹھنا لازم پکڑلو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیکوں کا طریقہ تھا اور رب کی طرف قربت کا ذریعہ، گناہوں کو مٹانے والا اور آئندہ گناہوں سے بچانے والا ہے۔ (مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا رب دو شخصوں سے بہت راضی ہوتا ہے،

﴿ایک﴾ وہ جو اپنے بستر، اپنے لحاف، اپنے پیاروں، اپنے گھر والوں کے درمیان سے اٹھ کر نماز کے لئے کھڑا ہو، رب تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو کہ یہ میری رحمت کی رغبت اور میرے عذاب کے خوف کے سبب اپنے بستر، اپنے لحاف، اپنے پیاروں اور گھر والوں کے درمیان سے نماز کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

﴿دوسرا﴾ وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ جائے پھر غور کرے کہ اس بھاگنے میں کیا ثواب ہے اور لوٹنے میں کیا ثواب ہے، پھر لوٹ آئے یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا جائے، تو رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو، میرے ثواب میں رغبت اور میرے عذاب سے خوف کرتے ہوئے لوٹ پڑا حتی کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔

(مشکوۃ بحوالہ شرح السنۃ)

اور آخر میں گناہوں کے کفارے کا نسخہ بیان فرمایا، چنانچہ فرمایا،

گناہوں کا کفارہ یہ ہیں۔

(۱) سخت سردیوں میں کامل وضو کرنا:۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی خاطر مشقت وسختی برداشت کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے بے حد خوش ہوتا ہے اور بطورِ انعام اس کے درجات بلند اور گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں ذکر فرمایا گیا۔ چنانچہ

سرکارِ مدینہ (ﷺ) نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ خطائیں مٹادے، درجے بلند کردے؟ لوگوں نے عرض کی، ہاں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)!'' فرمایا کہ'' مشقتوں میں پورا وضو کرنا/مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا/نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا۔ (مشکوۃ بحوالہ مسلم)

(۲) مسجد میں جماعت ادا کرنے کی غرض سے چلنا:۔

جماعت کی جانب چلنا بھی اللہ عزوجل کو بے حد محبوب ہے اور رحمتِ کونین (ﷺ) نے بھی اسے پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ

حضرت جابر (رضی اللہ تعالی عنہ) سے مروی ہے کہ بنوسلمہ (قبیلے والوں) نے مسجد کے قریب نقل مکانی کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ (ﷺ) کو معلوم ہوا، تو دریافت فرمایا،'' مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟'' انہوں نے عرض کی،'' جی ہاں، ہم نے یہی ارادہ کیا ہے۔'' فرمایا،'' اپنے گھروں میں رہو، تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔''

(مسلم۔ کتاب المساجد...)

اور حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ تعالی عنہ) فرماتے ہیں،'' ایک شخص تھا ، جو میرے علم کے مطابق مسجد سے سب سے زیادہ دور رہا کرتا تھا، لیکن اس کی کوئی بھی نماز جماعت کے بغیر نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ میں نے اسے کہا،'' تم ایک گدھا خرید لو (تو بہتر ہے) تاکہ اندھیرے اور گرمی میں اس پر سوار ہو کر آیا کرو۔''

اس نے کہا،" مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے قریب ہو، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ مسجد کی طرف آتے اور لوٹتے وقت میرے چلنے کا ثواب لکھا جائے۔" جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی اس بات کو سنا تو فرمایا،" اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ تیرے لئے جمع فرما دیا (یعنی تیری نیت کے مطابق ثواب عطا فرما دیا)۔" (ایضاً)

(۳) ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار کرنا:۔

اس کے بارے میں بھی رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا واضح فرمانِ عالیشان موجود ہے، چنانچہ

رحمت دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمانِ عظمت نشان ہے کہ مرد کی باجماعت نماز اس کے گھر یا بازار کی نماز پر پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف فقط نماز کے ارادے سے چلے دوسرا کوئی مقصد نہ ہو تو جو بھی قدم رکھے گا اس پر اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک گناہ معاف کر دیا جائے گا۔ پھر جب نماز پڑھے گا تو جب تک اپنی نماز کی جگہ میں رہے گا ملائکہ اسے دعائیں دیتے رہیں گے کہ یا اللہ! اسے بخش دے، خدایا اس پر رحم کر اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کا انتظار کرتا ہے تو نماز ہی میں رہتا ہے۔ (مشکوۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

اس تمام تفصیل کو جاننے کے بعد ہمیں بھی چاہیئے کہ آہستہ آہستہ مذکورہ

امور کو اپنانے کی بھرپور کوشش جاری رکھیں۔ ان شاء اللہ عمل کی صورت میں ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہمارا نامۂ اعمال نیکیوں سے مکمل بھرپور اور گناہوں سے یکسر پاک وصاف ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انسان کے لئے کافی امور

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں، ''نعمت کے اعتبار سے اسلام ..اور.. شغل کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی طاعت وفرمانبرداری..اور..عبرت حاصل کرنے کے اعتبار سے موت تیرے لئے کافی ہے۔''

اس قول مبارک میں حضرت علی (رضی اللہ تعالی عنہ) نے نعمتوں کی کمی کے باعث شکوہ شکایت، بے جامصروفیات کی بناء پر عبادات کی ادائیگی میں کوتاہی اوراخروی معاملات میں غفلت سے محفوظ رہنے کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔آیئے ان تینوں امور کے بارے میں علحیدہ علحیدہ قدرِ تفصیل سے جاننے کی سعادت حاصل کریں۔چنانچہ

(۱) نعمتوں کی کمی کے سلسلے میں خود کوشکوہ شکایت سے محفوظ رکھنے کے لئے آپ کے قول کے اس حصے پر غور وتفکر دوا کی حیثیت رکھتا ہے کہ ''نعمت کے اعتبار سے اسلام تیرے لئے کافی ہے۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی زبان سے کمی نعمت کا شکوہ اسی وقت ظاہر ہوتا ہے کہ جب شیطان اس کی توجہ موجودہ نعمتوں کی جانب سے ہٹانے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔اس کے برعکس جس نے باربار موجودہ نعمتوں کی جانب نظر کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کاشکر ادا کرنے کی عادتِ پسندیدہ کو اپنایا، وہ اپنے آپ کوشکوہ شکایت سے بے حد دور پائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایمان کی نعمت سب سے اعلیٰ نعمت ہے۔ اگر دنیا کی تمام نعمتیں انسان کے قدموں میں جمع کردی جائیں، لیکن اس نعمت سے محروم کردیا جائے، تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اسے کچھ بھی نہیں ملا۔ وجہ بالکل واضح ہے کہ انسان کا اصل اور دائمی ٹھکانہ آخرت ہے، جب کہ دنیا کی زندگی ایک سراب و دھوکہ اور عارضی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ''زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ☆ لوگوں کے لئے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت، عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا۔

(ترجمۂ کنزالایمان۔ سورہ ال عمران ۱۴۔ پ ۳)

مزید ارشاد فرمایا، ''اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو ہر گز تمہیں دھوکہ نہ دے دنیا کی زندگی اور ہر گز تمہیں اللہ کے حلم پر دھوکہ نہ دے وہ بڑا فریبی۔

(ترجمہ کنزالایمان۔ سورۃ لقمان ۳۳۔ پ ۲۱)

اور ارشاد فرمایا، ''وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں

مگر کھیل کود اور بے شک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے، کیا اچھا تھا اگر جانتے۔ (ترجمہ کنزالایمان۔سورۃ العنکبوت،۶۴۔پ۲۱)

اور اس دائمی قیام گاہ میں کامیابی وکامرانی کا دارومدار جن چیزوں کی موجودگی پر موقوف ہے، ان میں سے سب سے پہلی اور ضروری شئے ''دولت ایمان'' ہے۔ جسے دنیا میں اس نعمت سے حصہ نہ ملا، وہ بقیہ تمام نعمتوں سے وافر حصہ حاصل کرنے کے باوجود آخرت میں ضرور ذلیل ورسوا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

''وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا۔ یعنی اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے، جس میں ہمیشہ رہیں گے۔(ترجمہ کنز الایمان۔سورۃ التوبۃ،۶۸۔پ۱۰)

اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا،

اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اس امت میں کوئی یہودی اور نصرانی، اگر میری بات سنے بغیر مرگیا اور اس دین وشریعت پر ایمان نہ لایا، جس کو میں لایا ہوں، تو وہ جہنمیوں میں سے ہوگا۔''

(مسلم۔کتاب الایمان)

لھذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جب بھی شیطان کسی نعمت کے شکوے میں

مبتلاء کرنے کوشش کرے، فوراً دولتِ اسلام کی نعمت کو نگاہوں کے سامنے لائے اور، موجودہ وقتی کمی اور اس کمی کے باعث پہنچنے والی تکلیف پر صبر کو اپنی عادت بنالے۔ ان شاء اللہ عزوجل آخرت میں کامیابی اسکے قدم چومے گی۔

اور اگر شیطان کفار کو ملنے والی نعمتوں کے باعث احساس کمتری میں مبتلاء کرنا چاہے، تو فوراً اس حدیثِ پاک کو نگاہوں کے سامنے لائے، ان شاء اللہ (عزوجل) خجالت، شیطان کا مقدر بنے گی۔

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالی عنہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ان کے کاشانہ اقدس میں گیا۔ دیکھا کہ آپ بغیر کوئی کپڑا بچھائے، سخت چٹائی پر محوِ استراحت ہیں اور جسمِ اطہر پر چٹائی کے باعث نشان پڑے ہوئے ہیں۔ سر کے نیچے ایک چمڑے کا تکیہ تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ میں نے سلام عرض کرکے کاشانہ اقدس پر نظر دوڑائی تو واللہ! تین کھالوں کے سوا مجھے کچھ اور نظر نہ آیا۔

میں نے عرض کی، "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے لئے کشادگی فرمائے، کیونکہ ایران اور روم کے لوگوں پر کتنی کشادگی فرمائی گئی اور انہیں دنیا کا کتنا مال دیا گیا، حالانکہ وہ خدا کی عبادت نہیں کرتے۔" رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، "اے عمر! تم ابھی تک اسی خیال میں ہو؟ اس قوم کو ان کی بھلائیوں کا بدلہ دنیا کی زندگی میں جلدی ہی مل جاتا

ہے۔" (بخاری۔کتاب النکاح)

دولتِ اسلام کے اخروی کامیابی کی دلیل کے طور پر درج ذیل احادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیے۔

☆ حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک شخص نے احد کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں عرض کی، "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ارشاد فرمائیے کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو کہاں رہوں گا؟" آپ نے ارشاد فرمایا، "جنت میں۔" یہ سن کر اس نے ہاتھ میں موجود کھجوریں پھینک دیں، پھر لڑائی کی، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔" (بخاری۔کتاب المغازی)

☆ حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں، "میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ مدینہ منورہ کی پتھریلی زمین میں چل رہا تھا کہ احد پہاڑ سامنے آیا۔ آپ نے فرمایا، "اے ابوذر!" میں عرض کی، "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! حاضر ہوں۔" فرمایا، "مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس اس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تین دن اس حال میں گزر جائیں کہ ان میں سے ایک دینار بھی میرے پاس باقی ہو، سوائے اس رقم کے کہ جسے میں نے ادائے قرض کے لئے رکھ چھوڑا ہو۔ مگر (اس حالت میں مال کا رکھنا ناپسند نہیں) کہ میں اسے اس طرح اور اس طرح اپنے دائیں بائیں اور پیچھے خرچ کروں۔"

پھر آپ چل پڑے اور فرمایا، "بلاشبہ زیادہ مالدار لوگ، قیامت کے دن

زیادہ مفلس ہوں گے،مگر وہ شخص کہ جو اس طرح اور اس طرح یعنی اپنے دائیں بائیں اور پیچھے خرچ کرے اور ایسے لوگ کم ہیں۔'' پھر مجھے فرمایا،'' اپنی جگہ ٹھہرے رہو، میرے آنے تک نہ ہلنا۔'' اس کے بعد رات کے اندھیرے میں چل پڑے، یہاں تک کہ نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے۔ پھر میں نے ایک بلند آواز سنی ،تو مجھے ڈر محسوس ہوا کہ کسی نے آپ سے تعارض نہ کیا ہو۔ چنانچہ میں نے آپ کے پاس حاضر ہونے کا ارادہ کیا،لیکن مجھے آپ کا ارشاد یاد آ گیا کہ'' میرے آنے تک یہاں سے نہ ہلنا۔''

چنانچہ میں آپ کے تشریف لانے تک وہیں رہا۔ جب آپ تشریف لائے ،تو میں نے عرض کی ،''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! میں نے ایک آواز سنی تھی،جس سے میں ڈر گیا تھا۔'' آپ نے فرمایا،''واقعی تم نے آواز سنی تھی؟''...میں نے عرض کی ،جی ہاں۔فرمایا،''وہ جبرئیل تھے، جو میرے پاس آئے اور کہا،'' آپ کی امت میں سے جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' میں نے کہا،'' اگر چہ وہ زناء کار یا چور ہو؟''...فرمایا،'' اگر چہ زناء کرے یا چوری کا مرتکب ہو۔'' (بخاری۔کتاب الاستئذان)

(۲) انسان بے کار کاموں میں اسی وقت مشغول ہوتا ہے، کہ جب اسے کرنے کے لئے کوئی کارآمد کام نظر نہیں آتا۔ اپنے ضروری دنیاوی مشاغل

مثلاً گھر کے کام کاج، پڑھائی، کاروبار ونوکری کے بعد انسان کو بقیہ وقت فارغ دکھائی دیتا ہے، چنانچہ بوریت سے بچنے کے لئے کچھ بیکار قسم کی مصروفیات کوخود پر مسلط کر لیتا ہے، اس طرح فضول بیٹھے رہنے کی بناء پر حاصل ہونے کوفت سے نجات مل جاتی ہے۔ لیکن یہ آخرت سے غافل مسلمانوں کا طریقہ کار ہے۔ اس کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے مخبرِ صادق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آج سے کم وبیش پندرہ سوسال پہلے ارشادِ فرمایا تھا کہ

صحت اور فراغت دو ایسی نعمتیں ہیں، جن میں لوگ نقصان میں ہیں۔ (یعنی ان سے اخروی لحاظ سے فائدہ نہیں اٹھاتے)۔ (بخاری۔ کتاب الرقاق)

انبیاء (علیہم الصلوۃ والسلام)، صحابہ کرام (رضی اللہ تعالی عنہم) اور اولیاء عظام (رحمۃ اللہ علیہم) کی پوری حیاتِ پاک مذکورہ قسم کی مصروفیات سے پاک وصاف نظر آتی ہے۔ ان کا طرزِ زندگی یہ نہیں تھا، جو آج کے مسلمان کا نظر آتا ہے، بلکہ اگر اس کی مختصر جھلک الفاظ کی صورت میں دیکھنی مقصود ہو، تو حضرت علی (رضی اللہ تعالی عنہ) کے مذکورہ قول مبارک کے اس حصے کو ملاحظہ فرمایئے کہ

"شغل کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی طاعت وفرمانبرداری تیرے لئے کافی ہے۔"

یعنی وہ نفوس قدسیہ اللہ تعالیٰ کی فرض وواجب کردہ عبادات اور خود پر بندوں کے لازم کردہ حقوق کی ادائیگی کے بعد اپنے بقیہ وقت کو غنیمت جانتے

ہوئے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور طاعت والے کاموں میں صرف کر کے دوسروں کے لئے تعلیم اور اپنے لئے بلندی درجات کا سامان کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ

سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ (ﷺ) رات کو عبادت کے لئے کھڑے رہتے، حتی کہ قدم مبارک پھٹنے کے قریب ہو جاتے۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کی، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ اتنی مشقت کیوں برداشت فرماتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلوں کے گناہوں کی بخشش فرمادی ہے؟''...آپ نے فرمایا، ''اے عائشہ! کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟''...(بخاری۔ کتاب تفسیر القرآن)

اور حضرت حذیفہ بن یمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ، ''ایک رات میں نے رسول اللہ (ﷺ) کے ہمراہ نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے سورۂ بقرہ شروع فرمائی۔ میں نے سوچا سو آیات پر رکوع فرمائیں گے، لیکن آپ پڑھتے رہے۔ پھر میں نے خیال کیا کہ پوری سورت پڑھ کر رکوع فرمائیں گے، لیکن آپ مسلسل پڑھتے رہے۔ مین نے سوچا اب رکوع کریں گے، لیکن آپ نے سورۂ نساء شروع فرمادی۔ پھر سورۂ آل عمران شروع کی اور اسے بھی پڑھ لیا۔

اور آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے، جب آیتِ تسبیح پڑھتے ''سبحان اللہ'' کہتے۔ جب آیتِ سوال پڑھتے، تو (بارگاہِ الٰہی میں) سوال کرتے۔

عذاب کی آیت پڑھتے، تو پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور ''سبحان ربی العظیم'' کہتے رہے۔ آپ کا یہ رکوع قیام کی مثل تھا۔ پھر ''سمع اللہ لمن حمدہ، ربنالک الحمد'' کہہ کر کھڑے ہوئے اور کافی دیر تقریباً رکوع کے برابر قومہ میں کھڑے رہے۔ پھر سجدہ میں چلے گئے اور ''سبحان ربی الاعلیٰ'' پڑھا، آپ کا سجدہ بھی تقریباً قیام کے برابر تھا۔''

(مسلم۔کتاب صلوۃ المسافرین....)

حضرت داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کے بارے میں منقول ہے کہ آپ روٹی پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ''جتنا وقت لقمے بنانے میں صرف ہوتا ہے، اتنی دیر میں قرآن کریم کی پچاس آیتیں پڑھ لیتا ہوں۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔صفحہ ۱۳۵)

امام اعظم (رحمہ اللہ) نے پینتالیس برس تک عشاء کے وضو سے نمازِ فجر ادا فرمائی۔ (مثنوی شریف)

امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کے شاگرد حضرت محمد بن سماعہ (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) نے ایک سو تیس برس کی عمر پائی۔ آپ روزانہ دوسو رکعت نمازِ نفل پڑھا کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

اس قول پاک کی روشنی میں ہر مسلمان کو چاہیئے کو فرائض وواجبات کی ادائیگی کے بعد اپنے اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں خرچ کرنے کو سعادت سمجھے اور مختصر ترین زندگی کے قیمتی لمحات کو فضول وحرام

خواہشات کی تکمیل میں بیدردی کے ساتھ خرچ نہ کرے۔جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کو اپنا مقصدِ حیات بنالیا، وہ بہت جلد محسوس کرے گا کہ اس کا کوئی بھی لمحہ ضائع نہیں ہورہا، بلکہ اسے وقت کی قلت وتنگی کا شدت سے احساس ہوگا اور بالآخروہ دنیا وآخرت میں سرخروئی حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔ کیونکہ حدیث قدسی ہے کہ

''جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے، میں اس کو اعلان جنگ کرتا ہوں۔اور میرے بندے کا کسی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل کرنا،فرض کی ادائیگی سے بڑھ کر مجھے محبوب نہیں۔اور بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے کچھ طلب کرے،تو عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگے،تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔'' (بخاری۔کتاب الرقاق)

اور جب کوئی اللہ عزوجل کا محبوب بن جائے تو مذکورہ انعامات کے ساتھ ساتھ اسے ایک مزید انعام سے بھی نوازا جاتا ہے۔جیسا کہ

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت رکھتا ہے،تو جبرئیل کو ندا فرماتا ہے کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت فرماتا ہے،تو تو بھی اسے محبوب رکھ۔'' پس جبرئیل بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔پھر وہ آسمان والوں میں

نداء کرتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کو فلاں شخص سے محبت ہے، لھذا تم بھی اس سے محبت رکھو۔'' پس آسمان والے اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر زمین میں اسے مقبول بنا دیا جاتا ہے۔'' (بخاری۔ کتاب بدء الخلق)

(۳) دنیا سے دل کو اچاٹ کرنے اور آخرت کی سچی رغبت پیدا کرنے کے سلسلے میں حصول عبرت کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے قول پاکیزہ کا آخری حصہ یعنی ''عبرت حاصل کرنے کے اعتبار سے موت تیرے لئے کافی ہے۔'' اسی جانب اشارہ کر رہا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جب انسان صدق دل سے اپنی موت اور اس کے بعد کے امور کے بارے میں غور و تفکر کی سعادت حاصل کرتا ہے، تو اس کا دل فضولیات سے دور ہو کر قربِ الٰہی کے حصول میں معاون امور کی جانب مائل ہو جاتا ہے اور یہ میلان مقصدِ حیات کی تکمیل کے سلسلے میں بہترین رہنما کا کردار ادا کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ط

ترجمہ:۔ وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں سے کس کا کام زیادہ اچھا ہے۔ ﴿ترجمۂ کنز الایمان۔ آیت ۲۔ پ ۲۹﴾

رحمتِ عالم، نورِ مجسم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے موت کے بارے میں مختلف پہلوؤں سے کثیر کلام فرمایا ہے، جس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ آپ اپنی امت کے حق میں موت کی یاد اور اس سے حصول عبرت کو بہت اہم سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ

☆حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''لذتوں کو توڑنے والی یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔'' (ترمذی۔کتاب الزہد)

☆حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے کہ ''لذتوں کو ختم کردینے والی یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو، کیونکہ جو اسے تنگی میں یاد کرے گا، تو یہ اس پر اس کی زندگی کو وسیع کردے گی اور جو اسے وسعت میں یاد کرے گا، یہ اس پر اس کی زندگی کو تنگ کردے گی۔''[1]

(شرح الصدور بحوالہ بزار)

☆حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا گیا کہ ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! مؤمنین میں سے زیادہ سمجھدار کون ہیں؟'' فرمایا، ''وہ لوگ زیادہ عقل مند ہیں کہ جو اپنی موت کو اکثر یاد کرتے رہتے ہیں اور اس کے بعد کے لئے تیاری کے اعتبار سے اچھے ہیں۔''

(ابن ماجہ۔کتاب الزہد)

☆حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فرمان ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''موت کو کثرت سے یاد کرو کیونکہ یہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔ پس اگر تم اسے مالداری میں یاد کرو گے، تو یہ اسے ڈھا دے گی[1]........ اور اگر تم اسے فقر میں یاد کرو گے، تو یہ تمہیں تمہاری

---

[1]: کیونکہ اس کی برکت سے کثرت سے صدقہ وخیرات کا جانب دل مائل ہوگا۔۱۲منہ

زندگی سے راضی کردے گی۔ا ‘‘ (شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا)

☆ حضرت عطا خراسانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک مجلس کے پاس سے گزرے، جس سے ہنسنے کی آواز آرہی تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ’’اپنی مجلسوں میں لذات کوتوڑ دینے والی چیز کی بھی ملاوٹ کرلیا کرو۔‘‘ اہل مجلس نے عرض کی، ’’یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! لذات کوتوڑ دینے والی چیز کیا ہے؟‘‘ فرمایا، ’’موت۔‘‘ (ایضاً)

☆ حضرت سفیان ثوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے بیان کیا کہ ’’رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک شخص کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، ’’موت کو کثرت سے یاد کر، یہ تجھے اپنے سوا ہر غم سے بے نیاز کردے گی۔‘‘ (ایضاً)

☆ حضرت زید سلمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب اپنے اصحاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی جانب سے غفلت محسوس فرماتے، تو بآوازِ بلند ارشاد فرماتے، ’’تمہارے پاس موت آگئی، اس حال میں کہ سعادت یا شقاوت کو لازم کرنے والی ہے۔‘‘ (شرح الصدور بحوالہ بیہقی)

☆ مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں عرض کیا گیا، ’’یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا کوئی ایسا ہے کہ جو شہید نہ ہو، لیکن اسے شہداء

ا :۔ چنانچہ پہلی صورت میں شکوہ شکایت سے حفاظت اور دوسری صورت میں غفلت سے نجات ملے گی۔ ۱۲منہ

میں سے شمار کیا جائے؟''فرمایا،''ہاں، جو موت کو دن میں بیس مرتبہ یاد کرے۔''(شرح الصدور باب ذکرالموت...)

☆ حضرت ابن سابط (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں ایک شخص کی تعریف کی گئی، آپ نے دریافت فرمایا، ''اس کے ذکرِ موت کی کیفیت کیا ہے؟''عرض کی گئی،''اسے اس کا ذکر کرتے تو نہیں پایا گیا۔''فرمایا،''تو پھر وہ ایسا نہیں جیسا تم کہتے ہو۔''

(شرح الصدور بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل)

☆ حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فرمان ہے کہ''جو موت کا کثرت سے ذکر کرے، اس کی خوشی اور حسد میں کمی ہوگی۔''

(شرح الصدور بحوالہ المصنف)

چنانچہ آخرت کی تیاری کے سلسلے میں سنجیدگی اختیار کرنے والے مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اطراف میں اٹھنے والے جنازوں کو لاپرواہی سے نہ دیکھے، بلکہ اپنے بارے میں غور شروع کردے کہ عنقریب میرا انجام بھی اس سے مختلف نہ ہوگا۔

اکثر قبرستان جایا کرے تاکہ اپنے اس اخروی عارضی ٹھکانے کی تیاری کی جانب دل مائل ہو۔ اور وہاں جاکر دائیں بائیں کے نظاروں اور عزیز واقرباء کی قبور کی تزئین وآرائش میں مشغول نہ ہو، بلکہ سوچے کہ اس اندھیری قبر میں دنیا میں سے کیا کام آئے گا اور کیا وہیں رہ جائے گا۔ پھر اپنے اوپر ایک محاسبانہ نگاہ

ڈالے کہ قبر میں ساتھ جانے والے چیز کے معاملے میں اس نے کیا تیاری کی ہے۔اسی جانب متوجہ کرتے ہوئے رحمتِ کونین (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،

''میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں۔اہل وعیال، مال اور اعمال۔ دو چیزیں یعنی اہل وعیال اور مال تو واپس آ جاتے ہیں اور عمل باقی رہ جاتا ہے۔''

پھر اپنے اطراف میں مرجانے والوں کے رشتہ داروں کی حالت پر غور کرے کہ ان حضرات پر اپنے عزیز سے بچھڑنے کے نتیجے میں غم کی کیفیت ایک محدود مدت کے لئے تھی، گردش زمانہ نے آہستہ آہستہ اس زخم پر ایسا مرہم رکھ دیا کہ اب کبھی بھولے سے بھی مرحوم کو یاد نہیں کیا جاتا ہے۔یقیناً یہ معاملہ ایک دن میرے ساتھ بھی ہوگا، ابھی تو سب محبت کا اظہار کرتے اور مختلف طریقوں سے اس کا یقین دلاتے ہیں، لیکن جیسے ہی میری آنکھیں بند ہوئیں، ان کی محبت کی آنکھ بھی دھیرے دھیرے بند ہو جائے گی۔ پھر جب یہ بھی بھول جائیں گے اور میں نے خود بھی قبر کی تیاری میں کوتاہی کی ہوگی، تو وہاں ہزار ہا برس تنہا کیسے گزریں گے؟ اگر اللہ عزوجل ناراض ہوا اور اس نے شامتِ اعمال کے نتیجے میں عذاب میں مبتلاء کر دیا تو؟....غرض یہ کہ اسی طرح خود کو موت کی یاد اور اس کے بعد کے واقعات وحالات سے عبرت دلاتے رہنا، غفلت وسستی سے دور کردے گا اور بفضل الٰہی آخرت میں سرخروئی حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

نصیحتِ جبرئیل (علیہ السلام)

حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں عرض کی،

"اے اللہ کے حبیب! (اپنی امت سے فرما دیجئے کہ) جتنا چاہے زندہ رہو، آخرِ کار تمہیں مرنا ہے...

جو چیز چاہے محبوب رکھو، وہ ایک نہ ایک دن تم سے ضرور جدا ہو جائے گی...اور...

جو عمل کرنا چاہو کرو، بالآخر اس کا بدلہ قیامت میں ضرور ملے گا۔"

بوسیلہ سرکارِ نامدار (ﷺ) حضرت جبرئیل (علیہ السلام) کی جانب سے اس امت کو کی گئی اس نصیحت پر سرسری نظر ڈالی جائے تو بآسانی جانا جا سکتا ہے کہ دراصل آپ نے نیک اعمال میں جلدی کرنے، دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے اور بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب وکتاب دینے کی جانب متوجہ ہونے کا اشارہ فرمایا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو یہ ایک بہت ہی جامع نصیحت ہے۔ کیونکہ اخروی فلاح وکامرانی کے لئے ضروری ہے کہ انسان دنیا سے اتنا ہی دل لگائے، جتنا یہاں رہنا ہے، موت کو یاد رکھے اور ہر عمل سے پہلے اس پہلو پر ضرور غور کر لے کہ ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کا حساب بھی دینا ہے۔

بے شک ہر مسلمان کو اس مفید ترین نصیحت کے عطا فرمانے پر حضرت جبرئیل (علیہ السلام) کا شکر گزار ہونا چاہیئے اور نہ صرف شکر گزاری، بلکہ سید الملائکہ (علیہ السلام) کی جانب سے دیئے گئے اس اعلیٰ مشورے کی روشنی میں اپنے اعمال کی اصلاح کو عظیم سعادتوں میں شمار کرتے ہوئے، فوری عملی قدم اٹھانے میں ہرگز ہرگز سستی نہیں کرنی چاہیئے۔

آیئے ہم بھی رحمتِ عالم (ﷺ) کے سعادت مند امتی ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے ان تینوں اجزاء پر نظر تفکر ڈالنے کا شرف حاصل کریں۔

اس نصیحتِ مبارکہ کا پہلا جزء ہے، ''جتنا چاہے زندہ رہو، آخرِ کار تمہیں مرنا ہے۔''

ہر مسلمان اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ موت، دراصل اختتام نہیں، بلکہ ایک نئی زندگی کا کبھی ختم نہ ہونے والا آغاز ہے۔ اس دروازے میں داخل ہونے کے بعد ایک ایسی دنیا میں قدم رکھنے کا موقع ملتا ہے کہ جہاں اگر کسی چیز کا دائمی ساتھ اور اس کی قدر و قیمت نظر آتی ہے، تو وہ نیک اعمال ہیں۔ جو اس عظیم سرمائے کے ساتھ وہاں گیا، سرخرو رہے گا اور جو تہی دامن ہوا، ذلت، رسوائی اور سخت عذابات اس کا مقدر ہوں گے۔ اس جزء میں یہی سمجھایا گیا ہے کہ جب اس بات کا یقین ہے کہ یہ دنیا چھوڑ دینی ہے اور آخرت کا سفر ضرور اختیار کرنا ہے، تو پھر اس کی تیاری سے غفلت اختیار کرنے کا کیا مطلب؟....

لھذا ہمیں بھی چاہیئے کہ اس قول مبارک کی روشنی میں کثرت سے نیک اعمال کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیں۔اور نیک اعمال، چار چیزوں کے مجموعے کو قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی فرض وواجب کردہ عبادات کو ان کی مکمل شرائط کے ساتھ ادا کرنا۔

(۲) فرض وواجب سے زائد نیک اعمال یعنی نوافل کا اہتمام کرنا۔

(۳) لوگوں کے حقوق ادا کرنا۔

(۴) گناہوں سے مکمل طور پر اجتناب کرنا۔

اور یقیناً ان تمام میں اغلاط وافراط وتفریط سے بچنے کے لئے علم دین کا حاصل ہونا لازم ہے،لھذا ان سب سے متعلق ضروری علم بھی سیکھنا چاہیئے۔

ان نیک اعمال میں سے فرائض وواجبات مثلاً نماز ،روزہ،زکوۃ،حج ،فطرہ،کفارے،قربانی وغیرہ ہر عاقل وبالغ مسلمان مرد وعورت پر شرائط پائے جانے کی صورت میں لازم ہوتے ہیں۔لھذا ہر شخص پر یہ جاننا ضروری ہوگا کہ ان میں سے کون سی عبادت کی ادائیگی کب اور کس وقت مجھ پر لازم ہوگی تا کہ غفلت کی بناء پر عدم ادائیگی کی صورت میں عذاب وناراضگی خدا اور رسول (ﷺ) میں مبتلاء ہونے سے بچ سکے۔جیسا کہ نماز کے بارے میں منقول ہے کہ

☆ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا

الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھُوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ۔تو ان کے بعد وہ ناخلف آئے جنہوں نے اپنی نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔(مریم۔۵۹)

جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن میسّب (رضی اللہ عنہ) سے غــی کی تفسیر نقل فرماتے ہیں،''ھُوَ وَادٍ فِیْ جَھَنَّمَ بَعِیْدٌ قَعْرُہٗ خَبِیْثٌ طَعْمُہٗ ۔وہ جہنم میں ایک وادی ہے، جس کی گہرائی بہت زیادہ اور کھانا بہت خبیث ہے۔''(ایضاً)

اور ارشاد فرمایا،

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ☆الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلاَتِھِمْ سَاھُوْنَ ۔تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔(الماعون ۴۔۵)

فائدہ:۔

نماز سے بھولنے کے بارے میں کئی اقوال ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ اسے ترک کر دیا جائے، بعد میں قضا بھی نہ کریں..یا..اسے وقت نکال کر ادا کیا جائے۔

مزید فرمایا،

مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ☆ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ۔تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی، وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔(المدثر ۴۲۔۴۳)

اور...

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رحمت عالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''روز قیامت، بندے کے اعمال میں سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب ہوگا، وہ اس کی نماز ہے۔ پس اگر وہ درست ہوئی، تو بے شک وہ فلاح پا گیا اور کامیاب ہوگیا..اور.. اگر اس میں کمی ہوئی تو بلاشک وہ نامراد ہوا اور خسارے میں رہا۔'' (ترمذی۔کتاب الصلاۃ)

اور حضرت **بُرَیْدہ** (رضی اللہ عنہ) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''بے شک ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان عہد (فرق) نماز ہی ہے، جس نے اسے چھوڑا، بے شک اس نے کفر کیا۔'' (ترمذی۔کتاب الایمان)

فائدہ:۔

یعنی اگر اس کا انکار کیا، تو کفر ہے، بغیر انکار، ترک کرنا کفر نہیں، گناہِ کبیرہ ضرور ہے۔''

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''جس نے نماز کی حفاظت کی، تو وہ نماز اس کے لئے بروزِ قیامت نور، دلیل اور نجات ہوگی اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی تو وہ، نہ اس کے لئے نور ہوگی، نہ نجات اور نہ برھان اور وہ قیامت میں فرعون، قارون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔'' (دارمی۔کتاب الرقاق)

فائدہ:۔

فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا، قارون نے موسیٰ (علیہ السلام) پر تہمتِ زناء لگائی تھی، ہامان، فرعون کا وزیر تھا اور اسے مسلسل غلط مشورے دیا کرتا تھا، جب کہ ابی بن خلف، بہت بڑا گستاخِ رسول تھا۔ بے نمازی کا حشر ان سب کے ساتھ ہوگا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

علامہ شمس الدین ذہبی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں، ''بعض علماء نے ارشاد فرمایا، ''تارک نماز کا حشر ان چاروں کے ساتھ محض اس لئے ہوگا کہ یہ چاروں اپنے ملک.. یا.. مال.. یا.. وزارت.. یا. تجارت میں مشغولیت کے باعث نماز سے غافل رہے۔ چنانچہ

جو شخص ملک میں مشغولیت کی وجہ سے نماز سے غافل رہا اس کا حشر فرعون کے ساتھ...

جو مال کی وجہ سے غفلت کا شکار ہوا وہ قارون کے ساتھ...

جو وزارت کی بناء پر محروم رہا، اس کا ہامان کے ساتھ.... اور...

جو تجارت کے باعث دور ہوا، وہ ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔''

(کتاب الکبائر۔ صفحہ ۱۳)

اور.....

زکوۃ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے،

☆ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ

خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَابَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ یعنی اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے، عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا ، قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا ۔ (ال عمران ۱۸۰)

اور... ☆وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ☆ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ☆ یعنی اور وہ کہ جو جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی ۔ جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزہ اس جوڑنے کا ۔ (التوبہ ۳۴۔۳۵)

اور...

☆ سیدنا ابوھریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا "جو شخص سونا چاندی رکھے اور اس کا حق (یعنی زکوۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی چٹانوں کے پرت بنائے جائیں گے اور جہنم کی آگ سے اس کو تپایا جائے گا اور اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو اس سے داغا جائے گا، ایک بار یہ عمل کرنے کے بعد دوبارہ لوٹایا جائے گا، جو دن پچاس ہزار

سال کے برابر ہے، اس دن یہ عمل مسلسل ہوتا رہے گا۔ بالآخر جب تمام لوگوں کے فیصلے ہو جائیں گے تو اسے جنت یا جہنم کا راستہ دکھایا جائے گا۔

اور....

حج کے تارک کے بارے میں رحمتِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے،

''جو ایسی سواری کا مالک ہے جو اسے خانہ کعبہ تک پہنچا دے یا اس کے پاس اخراجاتِ سفر ہوں اور وہ پھر بھی حج نہ کرے، تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔'' (ترمذی۔ کتاب الحج)

اور....

قربانی کے بارے میں شفیعِ اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے،

جس میں طاقت ہو اور پھر وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہرگز ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔'' (ابنِ ماجہ۔ باب الاضاحی واجبۃ ھی ام لا)

نیز اسی طرح ان نفلی امور کے بارے میں جاننا بھی بے حد مفید ثابت ہوگا کہ جن کے بارے میں خود رحمتِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشادات عالیہ موجود ہیں۔ کیونکہ وہ بالیقین ایسے اعمال ہیں کہ جنہیں اللہ عزوجل اور اس کے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) محبوب رکھتے ہیں۔ ان میں چند کے بارے میں درج ذیل احادیث کریمہ ملاحظہ فرمائیں۔

☆ حضرت جندب بن جنادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ ''میں نے

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! کون سا عمل افضل ہے؟'' فرمایا، ''اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔'' میں نے عرض کی، ''کون سا غلام آزاد کرنا بہتر ہے؟'' فرمایا، ''جو گھر والوں کے نزدیک نفیس ترین اور قیمت کے اعتبار سے زیادہ ہو۔'' میں نے عرض کی، ''اگر میں اس طرح نہ کرسکوں تو؟'' فرمایا، ''تو پھر کام کرنے والے کسی محتاج کی مدد کرنا یا کسی مجبور کے لئے کام کرنا۔''

میں نے عرض کی، ''ارشاد فرمایئے کہ اگر میں بعض امور کی ادائیگی میں کمزور ہوں، تو کیا ہوگا؟'' فرمایا، ''لوگوں سے اپنے شر کو روک رکھنا، یہ بھی تیرے نفس پر تیری طرف سے صدقہ ہوگا۔'' (مسلم۔کتاب الایمان)

☆ حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالی عنہ) سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرمایا، ''آدمی کے ہر عضو پر صدقہ ہے۔ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، الحمدللہ کہنا صدقہ ہے، اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے اور اس کے بدلے چاشت کی دو رکعت کفایت کرجاتی ہیں۔'' (مسلم۔کتاب صلوۃ المسافرین)

☆ آپ ہی سے مروی ہے کہ ''لوگوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! مالدار لوگ ثواب لے گئے، وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور زائد مال صدقہ کرتے ہیں؟''

رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ چیز نہیں رکھی جسے تم صدقہ کرو یعنی سبحان اللہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ بیوی سے جماع کرنا بھی صدقہ ہے۔''

صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے عرض کی، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا ہم تکمیل شہوت پر بھی ثواب پاتے ہیں؟'' آپ نے ارشاد فرمایا، ''ذرا بتاؤ تو سہی کہ اگر کوئی کسی حرام شرمگاہ سے شہوت پوری کرے، تو اس پر گناہ ہے یا نہیں؟.. پس اسی طرح حلال میں بھی اس کے لئے اجر ہوگا۔'' (مسلم۔ کتاب الزکوۃ)

☆ آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے مجھ سے ارشاد فرمایا، ''کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھ اگر اور کچھ نہ پائے، تو اپنے مسلمان بھائی سے مسکراتے چہرے سے ملاقات کر۔'' (مسلم۔ کتاب الاطعمۃ)

☆ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے، ''جو صبح و شام مسجد کو جائے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی مہمانی تیار فرماتا ہے۔'' (کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ)

آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، ''ایک شخص کسی راستے پر جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس محسوس ہوئی۔ اس نے قریب ایک کنواں دیکھا، تو اس میں اتر گیا اور پانی پی کر باہر نکل آیا۔ نکلنے پر دیکھا کہ ایک

کتا پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکالے ہوئے ہے اور کیچڑ کھا رہا ہے۔ اس شخص نے سوچا یقیناً اسے بھی میری طرح شدید پیاس لگی ہے۔ چنانچہ وہ دوبارہ کنویں میں اترا اور اپنے چمڑے کے موزے میں پانی بھر کر باہر لایا اور اس کتے کو پلا دیا۔ اس عمل کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام گناہوں کی بخشش فرما دی۔" صحابہ کرام (رضی اللہ تعالی عنہم) نے عرض کی، "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا جانوروں کے ساتھ بھلائی میں بھی ہمارے لئے ثواب ہے؟" فرمایا، "ہاں ہر جاندار میں صلہ ہے۔" (بخاری۔ کتاب المساقاۃ)

☆ آپ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں کہ "ایک شخص راستے سے گزر رہا تھا کہ اس نے ایک کانٹے دار شاخ دیکھی، تو اس نے اسے راستے سے ہٹا دیا۔ اس عمل کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرما دی۔" (بخاری۔ کتاب الاذان)

☆ آپ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں کہ "جب مسلمان بندہ وضو کرتے وقت منہ دھوتا ہے، تو اس کے وہ تمام گناہ جو نظر کے باعث سرزد ہوئے، پانی کے سبب جھڑ جاتے ہیں۔ جب ہاتھ دھوتا ہے، تو وہ تمام گناہ جو ہاتھ سے پکڑنے کے سبب عمل میں آئے، پانی کے ساتھ بہہ جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو کر نکلتا ہے۔ پھر جب اپنے دونوں پیر دھوتا ہے، تو ہر وہ گناہ جس کی طرف پاؤں سے چل کر گیا، پانی کے ساتھ دھل جاتا

ہے، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک وصاف ہوجاتا ہے۔"

(مسلم۔کتاب الطھارۃ)

اسی طرح بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے نازک معاملے کو پیش نظر رکھنا بھی بے حد ضروری ہے، ورنہ ہوسکتا ہے کہ بے توجہی کی بناء پر حق تلفی کا ارتکاب ہوجائے اور بروزِ قیامت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔ کیونکہ

☆ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "جس نے اپنے مسلمان بھائی کا عزت یا کسی دوسری صورت میں حق دینا ہو، تو آج ہی اس دن کے آنے سے پہلے معافی مانگ لے کہ جب نہ درہم ہوں گے، نہ دینار۔ اگر اس کے پاس نیک اعمال ہوں گے ،تو اس کے ظلم کے برابر لے لئے جائیں گے اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی، تو اس کے مقابل شخص کی برائیاں اس کے نامہ اعمال میں ڈال دی جائیں گی۔"

(بخاری۔کتاب الرقاق)

☆ سیدہ عائشہ (رضی اللہ تعالی عنہا) ارشاد فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "جو شخص ایک بالشت زمین بھی ناحق طور پر لے گا، (بروز قیامت) اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔" (بخاری۔کتاب المظالم والغصب)

☆ حضرت ابوبکر نفیع بن حارث (رضی اللہ تعالی عنہ) سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "سال کے بارہ مہینے ہیں جن میں سے

چار حرمت والے ہیں۔ تین مہینے ذیقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، یہ تو لگاتار ہیں اور مضر قبیلے کا رجب، جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان ہے۔'' پھر دریافت فرمایا، ''یہ کون سا مہینہ ہے؟'' ہم نے عرض کی، ''اللہ (عزوجل) اور اس کا رسول (ﷺ) بہتر جانتے ہیں؟'' اس پر آپ خاموش ہو گئے، حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ شائد آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ پھر فرمایا، ''کیا یہ ذوالحجہ نہیں؟'' ہم نے کہا، ''جی ہاں۔'' پھر پوچھا، ''یہ کون سا شہر ہے؟'' ہم نے وہی عرض کی کہ ''اللہ (عزوجل) اور اس کا رسول (ﷺ) بہتر جانتے ہیں؟''

اس پر آپ خاموش ہو گئے، حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ شائد آپ اس کا کوئی اور نام تجویز فرمائیں گے۔ فرمایا، ''کیا یہ حرمت والا شہر نہیں؟'' ہم نے کہا، ''جی ہاں۔'' پھر پوچھا، ''یہ کون سا دن ہے؟'' ہم نے وہی عرض کی کہ ''اللہ (عزوجل) اور اس کا رسول (ﷺ) بہتر جانتے ہیں؟'' اس پر آپ خاموش ہو گئے، حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ شائد آپ اس کا کوئی اور نام تجویز فرمائیں گے۔ فرمایا، ''کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟'' ہم نے عرض کی، ''جی ہاں۔'' فرمایا، ''تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں، جس طرح تمہارا آج کا دن، تمہارے اس شہر اور اس مہینے میں قابل احترام ہے۔ عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے، تو وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔'' (بخاری۔ کتاب المغازی)

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دریافت فرمایا، ''جانتے ہو کہ میری امت کا مفلس کون ہے؟'' ہم نے عرض کی، ''ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس مال اور سامان نہ ہو۔'' فرمایا، ''میری امت میں مفلس وہ ہے کہ جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا، لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ پس ان میں اس کو اور اس کو (یعنی مظلوموں کو) نیکیاں دے دی جائیں گی۔ پھر اگر حقوق کی ادائیگی سے قبل نیکیاں ختم ہو جائیں گی، تو ان کی برائیاں، اس (ظالم) کے نامہ اعمال میں ڈال دی جائیں گی اور پھر اسے دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔''

(مسلم۔ کتاب البر والصلۃ ...)

اور یقیناً حق تلفی سے محفوظ رہنے کے لئے اس بات کا علم جاننا ضروری ہے کہ مجھ پر کس کس کے اور کون کون سے حقوق لازم ہوتے ہیں۔ اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ ایک مسلمان پر درج ذیل لوگوں کے حقوق لازم ہوتے ہیں۔

(1) ماں باپ۔ (2) شوہر و بیوی۔ (3) اولاد۔

(4) پڑوسی۔ (5) رشتہ دار۔ (6) عام مسلمان۔

ان میں سے ہر ایک کے حقوق کی تفصیل تو بہت زیادہ ہے، لیکن اگر درج ذیل چند احادیثِ کریمہ پر عمل کر لیا جائے، تو ان شاء اللہ (عزوجل) بہت سے حقوق کی ادائیگی ممکن ہو جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) کہتے ہیں کہ ''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے ذمے پانچ حق ہیں۔ (۱) سلام کا جواب دینا۔ (۲) مریض کی عیادت کرنا۔ (۳) جنازوں کے ساتھ جانا۔ (۴) دعوت قبول کرنا۔ (۵) چھینک کا جواب دینا۔ (بخاری۔ کتاب الجنائز)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالی عنہما) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے دوسروں کے حوالے کرتا ہے۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے میں مشغول ہوتا ہے، اللہ عزوجل اس کی حاجت پوری فرماتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان سے تکلیف کو دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس سے قیامت کی تکالیف کو دور کرتا ہے۔ جو آدمی کسی مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔'' (بخاری۔ کتاب المظالم والغصب)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس سے خیانت کرے، نہ اس سے جھوٹ بولے اور نہ اسے رسوا کرے۔ ہر مسلمان کی عزت، مال اور خون دوسرے پر حرام ہیں۔ (پھر دل کی جانب اشارہ کرکے ارشاد فرمایا) تقویٰ یہاں ہے۔ کسی آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔'' (ترمذی۔ کتاب البر والصلۃ)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں کہ "آپس میں حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو۔ باہم بغض نہ رکھو۔ ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو اور کوئی شخص دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے، اللہ عزوجل کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔" (مسلم۔ کتاب البر والصلۃ والآداب)

اور....

حضرت انس (رضی اللہ تعالی عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے، جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔" (بخاری۔ کتاب الایمان)

یونہی گناہوں سے مکمل طور پر اجتناب، اخروی زندگی کے پرسکون ہونے کی ضمانت قرار دیا جاسکتا ہے، لھذا ہر ممکن ان سے بچنا اور کنارہ کشی اختیار کرنا خود پر لازم جاننا ضروری ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) کا فرمان ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "جہنم میں صرف بدبخت ہی جائے گا۔" عرض کی گئی، "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! بدبخت کون ہوتا ہے؟" فرمایا، "جو اللہ تعالی کی طاعت والے کام نہ کرے اور اس کی نافرمانی نہ چھوڑے۔"

(ابن ماجہ۔ کتاب الزھد)

اور دوسرا جزء ہے کہ ''جو چیز چاہے محبوب رکھو، وہ ایک نہ ایک دن تم سے ضرور جدا ہو جائے گی۔''

نصیحتِ بے بہا کے اس جزء میں دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم دی گئی ہے۔ کیونکہ جب انسان کو کسی چیز یا مقام سے بہت جلد جدا ہونے کا یقین کامل حاصل ہو جائے، تو عموماً اس سے دل نہیں لگایا جاتا اور اگر لگایا بھی جائے، تو اتنا نہیں کہ جو اس کے اصل مقصود کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو جائے۔ مثلاً اسٹیشن پر ریل گاڑی کے انتظار میں بیٹھنے والا اسٹیشن، اس کے ویٹنگ روم اور ان میں موجود چیزوں سے وقتی تعلق تو قائم کرتا ہے، لیکن اپنے دل کو ایسی جذباتی وابستگی سے دور رکھتا ہے کہ جو اس کے سفر کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہو۔

بالکل اسی طرح ہر مسلمان کو چاہیئے کہ دنیا کی ہر شے سے، چاہے وہ ماں باپ ہوں یا بیوی بچے... دوست ہوں یا رشتہ دار... مال ہو یا کاروبار... تفریح کا سامان ہو یا ضروریاتِ زندگی کی دوسری اشیاء، اتنا دل لگائے کہ اس کی اخروی تیاری متاثر نہ ہو۔ کیونکہ آخرت کی تیاری اصل مقصود ہے اور یہ مذکورہ اشیاء اس مقصود کے حصول میں معاون کی حیثیت رکھتی ہیں، لھذا معاون سے دلچسپی کہیں اصل مقصود سے غافل نہ کروادے، اس کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، **يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ** ۔ اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز

تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔ (ترجمہ کنز الایمان۔سورۃ التغابن ۹۔پ ۲۸)

حبیبِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی امت کے اولیاءِ کاملین (رضی اللہ تعالی عنہم) کے افعال واقوال، اسی جزء کے درس سے مالا مال نظر آتے ہیں۔ چنانچہ

☆ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔'' (احیاء العلوم بحوالہ بیہقی)

☆ ایک مقام پر شفیع محشر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''جو شخص دنیا کو دوست رکھتا ہے، اس نے آخرت کا نقصان کیا اور جو دنیا کو محبوب رکھتا ہے، اس نے آخرت کا نقصان کیا، پس تم ناپائیدار کو چھوڑ کر پائیدار کو اختیار کرو۔'' (احیاء العلوم بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل)

☆ حبیبِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ ''دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے، جس کا کوئی مال نہیں۔ اس کے لئے وہی جمع کرے گا جس کو عقل نہ ہو اور اس کی طلب میں کسی سے دشمنی وہ رکھے گا، جو بے علم ہو اور اس پر حسد وہ کرے گا، جو کچھ سمجھ وشعور نہ ہو اور اسے وہ طلب کرے گا، جسے یقین کا علم حاصل نہ ہوا ہو۔'' (احیاء العلوم بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل)

☆ مخبر صادق (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے کہ ''بروزِ قیامت چند لوگ ایسے آئیں گے، جن کے اعمال پہاڑوں کے برابر ہوں گے، ان سب کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ لوگوں نے عرض کی، ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا یہ لوگ نماز پڑھنے والے ہوں گے؟'' فرمایا، ''ہاں، یہ نماز پڑھنے والے، روزہ رکھنے

والے، شب بیداری کرنے والے ہوں گے، لیکن دنیا کے مال ومتاع پر فریفتہ ہوں گے۔'' (احیاء العلوم بحوالہ الحلیہ لابی نعیم)

حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ تعالی عنہ) فرماتے ہیں کہ ''میں ایک دن امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالی عنہ) کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کے پاس ایسا پانی لایا گیا کہ جس میں شہد پڑا ہوا تھا، آپ اسے پینے کے لئے منہ کے قریب لے گئے، لیکن پیا نہیں اور رونے لگے۔ حاضرین بھی رونے لگے۔ کچھ دیر آپ پھر رونے لگے، لیکن کسی میں جرأت نہ تھی کہ آپ سے اس کا سبب دریافت کرتا۔ جب آپ نے اپنے آنسو صاف کئے، تو حاضرین میں سے بعض اصحاب نے کہا کہ یا امیر المؤمنین! آپ کے رونے کا کیا سبب تھا؟'' فرمایا، ''میں ایک بار رسول اللہ (ﷺ) کے پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے دیکھا کہ آپ اپنے دستِ مبارک سے کسی چیز کو دور فرما رہے ہیں، لیکن کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی۔

میں نے عرض کی، ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ کس چیز کو دفع فرما رہے ہیں؟'' فرمایا، ''یہ دنیا ہے، جو میرے پاس آنا چاہتی تھی، میں اسے دفع کر دیا تھا، لیکن وہ دوبارہ میرے پاس آئی اور کہا، ''اگر آپ نے مجھے چھوڑ دیا ہے تو کیا ہوا، آپ کے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ وہ مجھ کو نہیں چھوڑیں گے۔'' اس وجہ سے مجھے خوف آیا کہ کہیں (شہد ملا پانی پینے کے باعث) میں اس کے ہاتھ نہ پڑ جاؤں۔ (احیاء العلوم بحوالہ بیہقی)

☆ مروی ہے ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اپنے حواریوں کے ساتھ ایک شہر میں پہنچے۔ آپ نے وہاں کے تمام لوگوں کو مردہ پایا۔ آپ نے فرمایا، ''ساتھیو! یہ سب اللہ عزوجل کے غضب سے ہلاک ہوئے ہیں، ورنہ زمین کے نیچے ہوتے۔'' حواریوں نے درخواست کی کہ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب کس وجہ سے نازل ہوا۔ ان حضرات نے وہیں قیام فرمایا۔ جب رات ہوئی، تو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ایک بلند جگہ تشریف لے گئے اور پکار کر فرمایا، ''اے شہر والو!'' ان مُردوں میں سے ایک نے جواب دیا، ''لبیک یا روح اللہ!'' آپ نے فرمایا، ''تمہارا قصہ کیا ہے اور یہ عذاب کیوں نازل کیا گیا؟'' اس نے جواب دیا، ''رات کو ہم آرام سے سو رہے تھے، لیکن صبح ہم نے خود کو جہنم میں پایا۔'' آپ نے پوچھا، ''ایسا کیوں ہوا؟'' اس نے عرض کی، ''اس وجہ سے کہ ہم دنیا کو دوست رکھتے تھے اور گناہ گاروں کی اطاعت کرتے تھے۔'' آپ نے دریافت فرمایا، ''تم دنیا کو کس طرح دوست رکھتے تھے؟'' اس نے کہا، ''بالکل اسی طرح جیسے بچہ اپنی ماں کو محبوب رکھتا ہے، کہ جب وہ آتی ہے تو بے حد خوش ہوتا ہے اور جب چلی جاتی ہے، تو غمگین ہو جاتا ہے۔''

آپ نے پوچھا، ''یہ دوسرے لوگ کلام کیوں نہیں کرتے؟'' اس نے عرض کی، ''ان میں سے ہر ایک کے منہ پر آگ کی لگام چڑھی ہے۔'' آپ نے سوال کیا، ''تو پھر تم کیسے بول رہے ہو؟'' اس نے کہا، ''اس لئے کہ میں ان میں

موجود تو تھا، لیکن ان کی معصیت میں شریک نہ تھا۔ جب عذاب نازل ہوا تو میں بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا اور اب دوزخ کے کنارے پر کھڑا ہوں، نہیں جانتا کہ رہائی ملے گی یا دوزخ میں ڈالا جاؤں گا۔'' تب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا، ''اے حواریو! دین و دنیا کی عافیت کے ساتھ جو کی روٹی نمک سے کھانا، موٹا کپڑا پہننا اور کسی کچرے کے ڈھیر پر پڑ کر سو جانا، اس انجام سے کہیں بہتر ہے۔ اے لوگو! دین کی سلامتی کے ساتھ تھوڑی دنیا پر قناعت کرو، جیسے ان لوگوں نے دنیا کی سلامتی کے ساتھ تھوڑے دین پر قناعت کی۔'' (کیمیائے سعادت۔ دنیا کی مذمت)

☆ منقول ہے کہ جب ابراہیم بن ادہم (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی سلطنت ترک کر کے راہ خدا عزوجل میں سفر کا ارادہ فرمایا، تو آپ کا بچہ چھوٹا سا تھا۔ جب وہ بڑا ہو گیا، تو اس نے والدہ سے آپ کے بارے میں دریافت کیا۔ والدہ نے تمام واقعہ بیان کر کے بتایا کہ سنا ہے کہ وہ اس وقت مکہ معظّمہ میں ہیں۔'' ملاقات کا شوق لے کر ہو نوجوان ایک قافلے کے ساتھ مکہ معظّمہ روانہ ہوا۔ شب و روز سفر طے کرتا ہوا حرم مبارک میں داخل ہوا اور وہاں موجود فقراء سے آپ کا پتہ معلوم کیا۔ کسی نے بتایا کہ ''وہ ہمارے شیخ ہیں، اس وقت جنگل گئے ہیں تا کہ لکڑیاں لا کر فروخت کریں اور اپنی اور ہماری غذا کا بندوبست فرمائیں۔''

یہ سن کر نوجوان جنگل کی سمت روانہ ہوا۔ دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص سر پر لکڑیوں کا گٹھار کھے چلا آ رہا ہے۔ بیٹے نے اپنے جوش محبت کو سنبھالا اور یہ سوچ

کر کہ نہ معلوم آپ ہی میرے والد ہیں یا نہیں، پیچھے پیچھے چلنے لگا۔آپ بازار میں پہنچے تو آواز لگائی، ''کوئی ہے جو پاک مال کو پاک مال کے عوض خریدے۔'' ایک شخص نے آگے بڑھ کر چند روٹیوں کے بدلے میں لکڑیاں خرید لیں۔آپ روٹیاں لائے اور اپنے مریدوں کے حوالے کر کے خود نماز میں مشغول ہو گئے۔ بیٹا آپ کو مشغول دیکھ کر واپس آ گیا۔چونکہ حج کا موسم شروع ہو چکا تھا ،لھذا حرم شریف میں قافلے آنا شروع ہو گئے تھے۔اسی بناء پر آپ نے اپنے مریدین کو خاص طور پر سختی سے منع کیا تھا کہ عورتوں اور بے ریش لڑکوں کی جانب نہ دیکھیں۔

اگلے دن دوران طواف آپ کا بیٹا سامنے آ گیا،آپ نے اسے نظر بھر کر دیکھ لیا۔بعد طواف کسی نے عرض کی کہ ''آپ نے تو ہمیں بے ریش لڑکوں کے دیکھنے سے منع فرمایا تھا،جب کہ آج آپ خود دیکھ رہے تھے،اس کی کیا وجہ ہے؟'' آپ نے ارشاد فرمایا،''تم کو معلوم ہی ہے کہ جب میں گھر سے چلا تھا،تو اپنے بچے کو اس کی ماں کے پاس ہی چھوڑ آیا تھا۔مجھے لگتا ہے کہ یہ وہی بچہ ہے،اسی وجہ سے میں نے اس پر نگاہ ڈالی تھی۔''

دوسرے دن ان مریدوں میں سے ایک آپ کے صاحبزادے کے قافلے کی جانب نکل گیا۔دیکھا کہ وہی نوجوان ایک خیمے میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے۔فراغت کے بعد اس سے پوچھا کہ ''تمہارے والد کا کیا

نام ہے۔''اس نے کہا،''ابراھیم بن ادھم۔''مرید نے پوچھا،آپ ان سے ملنا چاہتے ہیں؟''نوجوان نے کہا،''کیوں نہیں۔میرے یہاں آنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے۔''مرید نے کہا آئیے،میں حضرت سے آپ کی ملاقات کروا دوں۔''

وہ،دونوں ماں بیٹے کو حرم شریف میں لے آیا۔جب باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو دیکھا تو پہچان کر ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور یہاں تک روئے کہ بے ہوش ہو گئے۔جب ہوش میں آئے تو آپ نے صاحبزادے سے دریافت فرمایا،''کس مذہب پر ہو؟''عرض کی،''اسلام پر۔''پوچھا،''قرآن کریم پڑھا ہے؟''عرض کی''جی ہاں۔''پھر پوچھا،''کچھ علم دین بھی پڑھا ہے یا نہیں؟''عرض کی،''جی ہاں۔''فرمایا،''اللہ عزوجل کا شکر ہے۔''پھر آپ نے اٹھ کر جانا چاہا تو بیٹے نے بیٹھنے کے اصرار کیا۔زوجہ بھی فریاد کرنے لگیں۔آپ نے آسمان کی جانب دیکھ کر عرض کی،''اِلٰھِی!اَغِثْنِیْ۔''جیسے ہی یہ الفاظ آپ کی زبان پر جاری ہوئے،اسی وقت بیٹے نے پہلو میں گر کر جان دے دی۔

مریدین نے اس کی وجہ دریافت کی تو ارشاد فرمایا،''جس وقت میں بیٹے سے گلے ملا تو اس کی محبت نے جوش مارا۔اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ''ہم سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور دوست دوسروں کو رکھتا ہے؟''...میں نے جیسے ہی آواز سنی تو بارگاہ الٰہی میں التجاء کی،''یارب کریم!میری فریاد کو پہنچ!یا تو

میری جان لے لے یا اسے موت دے دے۔'' پس میری یہ التجاء بیٹے کے حق میں مقبول ہوگئی۔ (تذکرۃ الاولیاء۔صفحہ ۶۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

معرفتِ الٰہی کا نتیجہ

ایک حکیم کا قول ہے کہ ''معرفتِ الٰہی کا نتیجہ تین خصلتوں کا حصول ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ سے شرم وحیاء۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دوستی کرنا۔

(۳) اللہ عزوجل کے ذکر سے مانوس ہونا۔

مذکورہ بالا قول مبارک میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول کی ظاہری علامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ گویا کہ جو شخص عارف باللہ ہونے کا دعویٰ کرے، اس میں ان تین ذکر کردہ خصلتوں کا ہونا ضروری ہے۔

پہلی خصلت کے حصول کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی معرفت حاصل کرنے والے پر، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا ہر لمحہ اپنے بندوں کو ملاحظہ فرمانا، مخفی نہ رہے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ فَاحْذَرُوْہُ ۔ اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو۔

(ترجمہ کنز الایمان۔ سورۃ البقرۃ ۲۳۵۔ پ۲)

اور ارشاد فرمایا،

اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ☆ کیا نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

(ترجمہ کنزالایمان۔سورۃ البقرۃ.۷۷۔پ ۱)

اور جب یہ دونوں امور اچھی طرح جان لے گا،تو لامحالہ جلوت ہو یا خلوت،اسے گناہ ونافرمانی والے کام کرنے میں حیاء آئے گی۔

دوسری خصلت کے حصول کی وجہ یہ ہے کہ جب عارف،اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت حاصل کرلیتا ہے،تو اس پر یہ بات پوری آب وتاب کے ساتھ منکشف ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام صفاتِ کمالیہ کی جامع ہے اور جو ذات ہر صفتِ کمال سے متصف ہو،فطرتاً اس سے محبت ہوجاتی ہے،چنانچہ اس کے قلب میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت جوش مارنے لگتی ہے اور یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ سچی محبت رکھنے والا انسان اپنے ہر کام میں اپنے محبوب کی رضا کو مقدم رکھتا ہے،چنانچہ عارف اگر کسی کو دوست بناتا ہے،تو اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھ کر ہی بناتا ہے۔

تیسری خصلت کے حصول کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو جس سے جتنی زیادہ محبت ہو،وہ اس کا ذکر بھی اتنی ہی کثرت سے کرتا ہے۔چونکہ عارف،اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرتا ہے،لھذا اس کا دل ہر وقت ذاتِ باری تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنا پسند کرتا ہے اور جب وہ اپنی اس قلبی پاکیزہ خواہش کو بار بار عملی شکل دیتا ہے،تو اسے ذکرِ الٰہی سے خاص انسیت حاصل ہوجاتی ہے۔

ہر مسلمان کو چاہیئے کہ مذکورہ تینوں نعمتوں کے علاوہ دیگر بے شمار فضائل

کے حصول کی غرض سے اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔اور اگر اپنی کوتاہیوں کے باعث ایسا کرنا مشکل محسوس ہو،تو کم ازکم ان تینوں خصلتوں کو حاصل کرنے کے لئے تو ضرور محنت کرے کہ یہ خصلتیں عارفین کو من جانب اللہ عطا کی جاتی ہیں،تو جو انہیں اپنائے گا تو گویا وہ عارفین کے خصائل اپنائے گا اور یوں اسے معرفت نہیں تو کم ازکم معرفت حاصل کر لینے والوں کی نقل کرنے کا موقع تو ملے گا اور بلاشک اچھوں کی نقل بھی اچھی ہوتی ہے۔

نیز ان امور کی برکت سے دیگر بے شمار قابل قدر انعاماتِ الٰہیہ حاصل ہونے کی بھی امید ہے۔کیونکہ

جب انسان خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ سے حیاء وشرم کا انعام حاصل کر لیتا ہے تو نہ تو اس سے کوئی عبادت ترک ہوتی ہے اور نہ ہی نفس وشیطان اسے کسی نافرمانی میں مبتلاء کر سکتے ہیں۔اور جب کوئی تنہائی میں فقط اللہ عزوجل کے خوف وحیاء کے باعث گناہ کا ارادہ ترک کر دے،تو یہ عمل اس کی نجات کا سبب بھی بن جاتا ہے۔جیسا کہ

مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ ''جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک گروہ کے پر پیدا فرما دے گا،وہ اپنی قبور سے اڑتے ہوئے جنت میں چلے جائیں گے،اور اس میں کھاتے پیتے اور نعمتوں

سے لطف اندوز ہوں گے۔ فرشتے ان سے کہیں گے، ''کیا تم نے حساب دیکھا ہے؟'' وہ کہیں گے، ''نہیں۔'' پھر پوچھا جائے گا، ''کیا تم نے پل صراط پار کیا ہے؟'' وہ کہیں گے، ''ہم نے کوئی پل صراط نہیں دیکھا۔'' [1]

پھر دریافت ہوگا کہ ''کیا تم نے جہنم دیکھا ہے؟'' وہ پھر انکار کریں گے۔ پھر پوچھا جائے گا، ''تم کس کی امت ہو؟'' وہ کہیں گے کہ ''ہم حبیب کبریا (ﷺ) کی امت میں سے ہیں۔'' فرشتے پوچھیں گے، ''ہم تمہیں خدا کی قسم دیتے ہیں، ہمیں بتاؤ تم دنیا میں کیا عمل کیا کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے ہم میں دو عادات تھیں، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے باعث ہم اس درجہ تک پہنچے۔''

فرشتے سوال کریں گے کہ، ''وہ دو عمل کیا تھے؟'' وہ جواب دیں گے، ''جب ہم تنہائی میں ہوتے تھے، تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حیاء کیا کرتے تھے اور اس نے جو کچھ ہماری قسمت میں لکھ دیا، ہم اس تھوڑے پر راضی رہتے تھے۔'' فرشتے کہیں گے، ''تم واقعی اس کے حقدار تھے۔'' (احیاء العلوم۔ باب الصبر)

اس شرم و حیاء کے حصول کا طریقہ یہی ہے کہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے دیکھتے رہنے کا یقین دل میں حاضر رکھا جائے اور ہو سکے تو خود بھی اور اپنے گھر والوں کو بھی ایک ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے درج ذیل طریقے کے مطابق اس کے

---

[1]: یہ بھی پل صراط سے گزریں گے، لیکن غالباً انہیں اس کا بالکل احساس نہیں ہونے دیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔

لئے تیار کرنے کی سعی کرنی چاہیئے۔

منقول ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری (رحمۃ اللہ علیہ) تین سال کی عمر میں ہی اپنے ماموں کے ہمراہ مشغول عبادت ہو گئے تھے۔ آپ کے ماموں نے اولاً تلقین فرمائی کہ روزانہ رات کو سونے سے پہلے یہ کلمات ایک بار پڑھ لیا کرو، ''اَللّٰہُ مَعِیَ اَللّٰہُ نَاظِرِیْ اَللّٰہُ شَاھِدِیْ۔ یعنی اللہ میرے ساتھ ہے، اللہ مجھے دیکھنے والا ہے، اللہ مجھ پر گواہ ہے۔'' جب آپ اس پر عامل ہو گئے، تو ارشاد فرمایا، ''اب اسے روزانہ سات بار پڑھا کرو۔'' جب سات مرتبہ پر بھی عمل کی سعادت حاصل کر لی، تو اس کی تعداد پندرہ کروادی۔ پھر آپ تا حیات اس پر عامل رہے۔'' (تذکرۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۵۱)

نیز ایسے لوگوں کی صحبت کو لازم پکڑنا چاہیئے کہ جن کا ظاہر شریعت کے مطابق، عمل نیک اور گناہوں سے دور رہتے ہوں کہ ان کی برکت سے تنہائی میں گناہ کرتے ہوئے شرم محسوس ہوگی۔

اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دوست بنانے پر یہ برکات حاصل ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کے سایہ کرم میں:۔

حضرت ابوھریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رحمت دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا کہ میرے جلال کے

باعث محبت کرنے والے کہاں ہیں کہ میں انہیں اپنے کرم کا سایہ دوں جبکہ آج میرے سایۂ کرم کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ (مشکوۃ بحوالہ مسلم)

اللہ کے لئے محبت کرنے کا انعام:۔

حضرت سیدنا ابوھریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی اپنے بھائی کو دیکھنے دوسرے گاؤں جانے لگا تو اللہ تعالی نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ اس فرشتے نے اسے پوچھا کہ ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' اس شخص نے جواب دیا کہ اس گاؤں میں اپنے بھائی سے ملنے کے لئے جاتا ہوں۔'' فرشتے نے پوچھا، ''کیا تمہارا اس پر کوئی احسان ہے جس کے بدلہ لینے جارہے ہو؟'' اس نے جواب دیا، ''نہیں! بلکہ میں تو اس سے خدا کے لئے محبت کرتا ہوں۔''

فرشتے نے کہا، ''مجھے اللہ تبارک وتعالی نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ اللہ تعالی بھی تم سے اسی طرح محبت کرتا ہے جیسی تم اس شخص سے کرتے ہو۔'' (مشکوۃ بحوالہ مسلم)

کسی نہ کسی فائدے کا حصول:۔

پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمانِ عالیشان ہے کہ، ''اچھے اور برے مصاحب کی مثال مشک اٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے والی جیسی ہے۔ کستوری اٹھانے والے تمہیں دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں اس سے عمدہ خوشبو

آ ئے گی۔ بھٹی جھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں اس سے ناگوار بو آئے گی۔" (مسلم و بخاری)

اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا انعام:۔

حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو فرماتے سنا، "اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت ان کے لئے واجب ہوگئی جو میرے لئے محبت کرتے ہیں، میرے لئے مل بیٹھتے ہیں، میرے لئے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور میرے لئے مال خرچ کرتے ہیں۔

(مشکوۃ بحوالہ مؤطا امام مالک)

قابل رشک درجات:۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، "اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو انبیاء وشہداء میں سے تو نہیں لیکن قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں ان کے مقام کو دیکھ کر انبیاء وشہداء بھی ان پر غبطہ کریں گے۔"

لوگوں نے پوچھا، "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمیں خبر دیجئے وہ کون لوگ ہیں؟" فرمایا، "وہ ایسے لوگ ہیں جو رحم کے رشتوں اور مالی لین دین کے علاوہ محض رضائے الٰہی کے لئے آپس میں محبت رکھیں گے۔ خدا کی قسم! ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور ان کے اوپر نور ہوگا، انہیں خوف نہیں ہوگا جب لوگ

ڈریں گے، اور وہ غم نہیں کھائیں گے جب لوگ غمگین ہوں گے۔" پھر سرکار مدینہ (ﷺ) نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی، "اَلاَ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لاَخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ (سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ (یونس ٦٢)۔ (مشکوۃ بحوالہ ابوداؤد)

ایمان راسخ کا حصول:۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ سرور عالم (ﷺ) نے حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا، "اے ابوذر! ایمان کا کونسا حصہ زیادہ مضبوط ہے؟" وہ عرض گزار ہوئے، "اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔" فرمایا، "اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تعلقات رکھنا یعنی اللہ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ کے لئے عداوت رکھنا۔ (مشکوۃ بحوالہ بیھقی)

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل:۔

حضرت ابو ذر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا، "کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سا عمل پیارا ہے؟" کسی نے عرض کی، "نماز اور روزہ۔" کسی نے جواب دیا، "جہاد۔" نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا، "اللہ تبارک وتعالیٰ کو سب سے زیادہ یہ عمل پسند ہے کہ اس کے خاطر محبت کی جائے اور اسی کے لئے عداوت رکھی جائے۔ (مشکوۃ بحوالہ مسند احمد وابوداؤد)

رب تعالیٰ کی تعظیم کے قائم مقام:۔

حضرت ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ،رحمتِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ''جو بندہ محض اللہ تعالی کے لئے کسی سے محبت رکھے تو اس نے اللہ عزوجل کی تعظیم کی ۔ (مشکوۃ بحوالہ مسند احمد)

ستر ہزار فرشتوں کی دعا کا تحفہ:۔

حضرت ابورزین (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے ارشاد فرمایا، ''کیا میں تمہیں اس دین کی اصل نہ بتاؤں جس کے باعث تم دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کرلو؟ ذکراللہ کرنے والوں کی مجالس میں شرکت اپنے اوپر لازم کرلو اور جب تم تنہائی میں ہو تو حسب استطاعت اپنی زبان کو ذکرِ الٰہی کے ساتھ حرکت دیتے رہو۔ نیز اللہ کے لئے دوستی کرو اور اللہ کے لئے عداوت رکھو۔

اے ابورزین! کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب آدمی گھر سے اپنے بھائی کو ملنے کے لئے نکلتا ہے تو ستر ہزار (70,000) فرشتے اس کے پیچھے ہو جاتے ہیں اور یہ تمام اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں ''کہ اے ہمارے رب! اس نے تیری خاطر اس سے رشتہ جوڑا ہے تو اس کے ساتھ جوڑ ۔'' (پھر فرمایا) اگر تم اپنے جسم سے کام لے سکتے ہو تو اسی طرح کرو۔ (مشکوۃ بحوالہ بیہقی)

جنتی محلات:۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں سرکار دو عالم (ﷺ) کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا۔آپ نے فرمایا،"جنت میں یاقوت کے ستون ہیں،جن کے اوپر زبرجد کے بالاخانے ہیں جن کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور وہ روشن ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔" صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کی"یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)!ان میں کون لوگ رہیں گے؟" فرمایا،"اللہ تعالیٰ کے لئے مل بیٹھنے والے اور ایک دوسرے سے ملاقات کرنے والے۔" (مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان)

لیکن یادرہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دوستی کی علامت یہ ہے کہ انسان اس دوست سے اس وقت تعلق قائم رکھے گا کہ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں مصروف رہے۔اور اگر وہ گناہ میں مشغول ہو اور باوجود نصیحت کے باز نہ آئے،تو اب دوستی قائم رکھنا ممنوع ہوگا۔یونہی کسی بھی ناحق بات میں اس کے ساتھ تعاون نہ کرے گا۔غرض یہ کہ دوستی،احکاماتِ الٰہیہ کے نفاذ میں رکاوٹ بنے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر نہیں۔اسی لئے رحمتِ عالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،

"فقط مؤمن کو دوست بناؤ اور تمہارا کھانا فقط پرہیزگار ہی کھائے۔"

(ترمذی۔کتاب الزھد)

اور حضرت عمران بن حطان کا بیان ہے کہ، ''میں حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہیں ایک سیاہ کمبل لپیٹے ہوئے مسجد میں تنہا بیٹھے پایا۔ میں نے کہا،'' اے ابوذر! یہ تنہائی کیسی؟ فرمایا کہ،'' میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ فرماتے سنا کہ برے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے، اچھا ساتھی تنہائی سے بہتر ہے، اچھی بات کہنا خاموشی سے بہتر اور خاموش رہنا بری بات کہنے سے بہتر ہے۔ (مشکوۃ المصابیح بحوالہ شعب الایمان)

یونہی ذکر اللہ (عزوجل) کی کثرت بے شمار انعامات کا سبب بنے گی۔ جیسا کہ درج ذیل روایات سے ظاہر ہے۔

اسلام کی بہترین خصلت کا حصول:۔

حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کیا کہ'' اسلام کی بہترین خصلتیں کیا ہیں؟'' فرمایا کسی سے دوستی کرو اللہ عزوجل کے لئے اور کسی سے دشمنی کرو تو اللہ کے لئے اور تیری زبان پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہے۔'' (مسند امام احمد بن حنبل۔ باقی مسند الانصار)

سب سے افضل:۔

حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی،'' یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! اجر کے اعتبار سے کون سا جہاد سب سے افضل ہے؟'' آپ نے فرمایا،'' جس میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے

والے ہوں۔'' پھر اس نے پوچھا کہ'' کون سے روزے دار اجر کے لحاظ سے افضل ہیں؟'' فرمایا،'' جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہیں۔''(راوی فرماتے ہیں کہ) پھر اس شخص نے ہمارے لئے نماز، زکوۃ، حج اور صدقے کے بارے میں یہی سوال کیا، آپ ہر ایک کے بارے میں وہی سابقہ جواب ارشاد فرماتے رہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا،'' اے ابوحفص! ذکر کرنے والے تو تمام خیر لے گئے۔'' یہ سن کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا،'' ہاں۔''(مسند امام احمد بن حنبل۔ باقی مسند المکثرین)

ذکر اللہ کرنے والے کا چرچا آسمانوں میں:۔

☆حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ'' میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں کسی نصیحت کی درخواست کی تو آپ نے ارشاد فرمایا،'' قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کرلو تو آسمانوں میں تمہارا چرچا اور زمین میں تمہارے لئے نور ہوگا۔''(مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان)

پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصیحت:۔

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا، کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہوا (پھر لمبی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ) میں عرض گزار ہوا،'' یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! مجھے وصیت فرمایئے۔'' فرمایا،'' میں تمہیں تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمہارے کاموں کو زینت دے

گا۔''

میں نے عرض کی، کہ'' کچھ مزید ارشاد فرمائیے۔'' فرمایا،'' قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کرلو تو آسمانوں میں تمہارا چرچا اور زمین میں تمہارے لئے نور ہوگا۔'' میں نے پھر عرض کی،'' کچھ اور......۔'' فرمایا،' 'لمبی خاموشی کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ یہ شیطان کو بھگانے والی اور دینی کاموں میں تمہاری مددگار ہوگی۔''

میں نے مزید نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا،'' زیادہ ہنسنے سے بچنا کہ یہ دل کو مردہ کردیتا ہے اور چہرے کے نور کو بجھا دیتا ہے۔'' میں نے عرض کی'' کچھ اور بھی......'' فرمایا'' حق بات کہنا اگرچہ وہ کڑوی ہو۔'' میں نے پھر مزید ارشاد فرمانے کے لئے درخواست کی تو فرمایا،'' اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف مت کرنا۔'' میں عرض گزار ہوا،'' اور زیادہ......'' فرمایا'' وہ برائی تمہیں لوگوں سے روکے جس کو تم جانتے ہو کہ تمہارے اندر موجود ہے۔ (مشکوۃ بحوالہ بیہقی شریف)

مختلف برکات کا حصول:۔

☆ حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جس نے دس مرتبہ'' **لا الـــه الا الـلــه وحـده لا شـریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شی قدیر** ۔'' پڑھا

تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد سے چار غلاموں کو آزاد کیا۔ (بخاری و مسلم)

☆ حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اکرم (ﷺ) نے مجھے فرمایا کیا میں تجھے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ترین کلام نہ بتاؤں؟'' پھر فرمایا، ''بے شک ''سبحان اللہ وبحمدہ'' اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ (مسلم)

☆ حضرت ابو مالک اشعری (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے، رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، ''طہارت نصف ایمان ہے، ''الحمد للہ'' میزان کو بھر دیتا ہے، ''سبحان اللہ'' اور الحمد للہ زمین وآسمان کے درمیان کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ (مسلم)

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ جو شخص نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ آخر تک پڑھ کر سو کی گنتی پوری کرے، اس کی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اگرچہ سمندری کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (مسلم)

☆ حضرت کعب بن عجرہ (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ (ﷺ) سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا، ''نماز کے بعد پڑھے جانے والے چند کلمات ایسے ہیں، جن کو پڑھنے یا کرنے والا محروم نہیں ہوتا۔ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ، ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا۔ (مسلم)

☆ حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، ''اے معاذ! اللہ کی قسم میں تجھے دوست رکھتا ہوں پھر فرمایا، اے معاذ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نماز کے بعد ان کلمات کا پڑھنا ہرگز نہ چھوڑنا، ''اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔ اے اللہ! اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔

☆ حضرت ابوموسی اشعری (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، ''اپنے رب کا ذکر کرنے والا اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ شخص کی طرح ہے۔ (بخاری)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''شب معراج میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے ملاقات کی تو انہوں نے فرمایا، ''اے محمد! میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہیے گا اور انہیں بتائیں کہ جنت، پاکیزہ مٹی اور میٹھے پانی والی اور چٹیل میدان ہے اور ''سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر'' اس کے درخت ہیں۔ (ترمذی)

☆ حضرت ابوموسی (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، ''کیا میں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں؟'' میں نے عرض کی، ''ہاں! کیوں نہیں یارسول اللہ!'' آپ نے

فرمایا، ''لاحول ولا قوة الا بالله'' پڑھا کرو۔

☆ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں، رسول اللہ (ﷺ) ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ (مسلم)

☆ حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں، حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) مسجد میں ایک مجلس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، تمہیں کس چیز نے بٹھایا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا، ''ہم اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے بیٹھے ہیں۔'' آپ نے فرمایا، ''قسم بخدا! تم اسی مقصد کے لئے بیٹھے ہو؟'' انہوں نے کہا، ''ہمیں اسی چیز نے بٹھایا ہے۔'' حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے کسی تہمت کی بنا پر تم سے قسم نہیں لی اور رسول اکرم (ﷺ) سے کم احادیث روایت کرنے میں کوئی شخص میری مثل نہیں۔

ایک دن رسول اللہ (ﷺ) صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی ایک مجلس کے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا، ''تم کیوں بیٹھے ہو؟'' انہوں نے عرض کی ہم اس لئے بیٹھے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور اس بات پر اس کی ثناء کریں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور اسلام کے ساتھ ہم پر احسان کیا۔'' نبی اکرم (ﷺ) نے فرمایا کیا حلفاً کہتے ہو کہ تمہیں اسی چیز نے بٹھایا ہے؟'' صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کی، ''بخدا! ہم اسی مقصد کے لئے بیٹھے ہیں۔'' آپ نے فرمایا، ''میں نے تہمت باندھتے ہوئے تم سے قسم نہیں لی، لیکن میرے پاس

جبرائیل (علیہ السلام) آئے اور انہوں نے مجھے بتایا اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتا ہے۔ (مسلم)

ان تمام فضائل کے پیش نظر عارفین باللہ عزوجل کے خصائل اختیار کرنا یقیناً بہت بڑی سعادت مندی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بھائی اور بہن کو اس علامت میں سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ امین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تین قلعے

ہر ذی شعور شخص بخوبی جانتا ہے کہ شیطان انسان کا بے رحم دشمن ہے۔ اس سے بھلائی کی امید رکھنا ایسا ہی ہے، جیسے آگ میں اس خیال سے ہاتھ ڈال دینا کہ شائد مجھے نہ جلائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو سجدہ نہ کرنے کے جرم میں اسے راندہ درگاہ کرنے کا ارادہ فرمایا، تو اس نے اسی وقت اپنے ناپاک عزائم کا اظہار کر دیا تھا، چنانچہ قرآن پاک میں اس کا یہ قول حکایت فرمایا گیا ہے کہ

''لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ☆ میں انہیں زمین میں بھلا دے دوں گا اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کر دوں گا۔''

(ترجمہ کنزالایمان۔ سورۃ الحجر ۳۹۔ پ۱۴)

لھذا اس کی دشمنی کا یقین رکھنا اور اسے اپنا سب سے بڑا دشمن جاننا بے حد ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،''

''اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو۔ (ترجمہ کنزالایمان۔ سورۃ فاطر۔ ۶۔ پ۲۲)

ورنہ اس کی جانب سے غفلت ایمان کی بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔ جیسا کہ

رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مروی ہے کہ ''بنی اسرائیل میں شیطان نے ایک لڑکی کا گلا دبا دیا اور اس کے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈال کہ اس کا

علاج فلاں عبادت گزار کے پاس ہے۔وہ اسے لے کراس کے پاس آئے اور علاج کے لئے درخواست کی ،لیکن عابد نے اسے اپنے پاس رکھنے سے انکار کردیا۔جب ان کا اصرار کافی بڑھا،تو بالآخراس نے ان کا مطالبہ تسلیم کرلیا۔

دوران علاج شیطان نے اس کے دل میں لڑکی کے ساتھ برائی کا خیال ڈالتا رہا،حتی کہ اس سے زناء کر بیٹھا اوروہ لڑکی حاملہ ہوگئی۔شیطان دوبارہ اس کے پاس آیااوراب کی مرتبہ اسے ذلیل ہوجانے کے خوف میں مبتلاء کرنا شروع کردیااور ذلت سے بچنے کا یہ حل بتایا کہ اس لڑکی کوقتل کردے،جب اس کے گھر والے آئیں تو کہنا وہ خود مرگئی ۔''راہب اس کے بہکائے میں آکر یہ فعل بھی کرگزرااور اسے دفن کردیا۔جب گھر والے لڑکی کو لینے آئے تو اس نے وہی جواب دے دیا،وہ اس کی پارسائی کی بناء پر بات کو سچ سمجھ کرواپس چلے گئے۔

پھرشیطان گھروالوں کے پاس پہنچااوران کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ ''لڑکی کوحالتِ حمل میں قتل کر کے دفن کیا گیا ہے،لھذا فلاں جگہ کھدوا کر دیکھی جائے۔''گھروالوں نے اسی مقام کو کھدوایا،تو سارامعاملہ ویسا ہی پایا،چنانچہ انہوں نے عابد کو پکڑلیا تا کہ قتل کریں۔اب شیطان پھرعابد کے پاس آیااوراسے بتایا کہ یہ سارامعاملہ میں نے کیا تھا،اب اگرتو ان لوگوں کی گرفت سے بچنا چاہتا ہے،تو میری بات ماننی ہوگی۔''عابد نے کہاوہ کیا؟''اس نے کہا،''مجھے دوبار سجدہ کردے۔''

اس نے یہ بات بھی مان لی۔ سجدہ کرتے ہی شیطان نے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے کہا، ''اب میں تجھ سے سخت بیزار ہوں۔'' (حبیب کبریا (ﷺ) فرماتے ہیں کہ) پس یہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ''

کَمَثَلِ الشَّیْطَانِ اِذْقَالَ لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ فَلَمَّا کَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنْکَ۔ شیطان کی کہاوت جب اس نے آدمی سے کہا کفر کر پھر جب اس نے کفر کر لیا بولا میں تجھ سے الگ ہوں۔ (ترجمہ کنزالایمان۔ سورۃ الحشر۔۱۶۔پ۲۸)''

(احیاء العلوم بحوالہ مکائد الشیطان لابن ابی الدنیا)

عوام تو عوام، یہ لعین، خواص کو بھی نہیں چھوڑتا اور موقع ملتے ہی وار کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ جیسا کہ

منقول ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس نے حضرت امام شافعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے دریافت کیا کہ ''اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں کہ جس نے جیسا چاہا مجھے پیدا کیا اور جس کام میں چاہا لگا دیا، پھر اس کے بعد وہ چاہے تو مجھے جنت میں داخل کر دے اور چاہے تو دوزخ میں ڈال دے، کیا اس نے عدل کیا یا ظلم؟''

امام شافعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اس کی بات پر غور کیا اور فرمایا، ''اگر اس نے تجھے اس طرح پیدا کیا جیسا تو چاہتا تھا، تو تو اس نے ظلم کیا اور اگر اس نے تجھے اس طرح پیدا کیا جیسا وہ چاہتا تھا، تو یاد رکھ کہ جو وہ کرتا ہے، اس سے کوئی پرسش نہ ہوگی۔'' شیطان یہ سن کر پگھلنے لگا، آخر کار ختم ہو گیا، پھر بولا ''میں نے یہی

سوال کر کے ستر ہزار عابدوں کا ایمان برباد کروادیا ہے۔'' (مکاشفۃ القلوب۔صفحہ ۱۲۷)

معلوم ہوا کہ شیطان کے وار انتہاء خطرناک اور ایمان لیوا ثابت ہوتے ہیں، لھذا ان واروں کے لئے حفاظتی اقدامات کرنا یقیناً سعادت مندوں کا حصہ ہے۔

یوں تو اس کے لئے حفاظتی تدابیر کی تفصیل بہت طویل ہے، لیکن ہمارے اکابرین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے اختصاراً ایسے امور کی نشاندہی فرمادی ہے کہ اگر ان کی رعایت کی جائے، تو بہت حد تک امن حاصل کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ

حضرت کعب احبار (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ تین قلعے انسان کو شیطانی مکروفریب سے بچاتے ہیں۔

(۱) مسجد۔ (۲) اللہ عزوجل کا ذکر۔ (۳) قرآنِ پاک کی تلاوت۔

حضرت کعب الاحبار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اپنے مذکورہ قول مبارک میں امتِ سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وساوس شیطانی سے محفوظ رہنے کے لئے تین امور تجویز فرمائے ہیں۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ ان امور کو اپنا کر شیطان کے خلاف مضبوط قلعے تیار کرلیں، تاکہ اسے کسی جگہ سے بھی ایمان تک رسائی حاصل نہ ہوسکے۔

ان میں سے پہلی چیز مسجد ہے۔ مسجد کو شیطان کے خلاف قلعہ اس لئے قرار دیا گیا کہ اس سے تعلق انسان کے دل میں آخرت کی یاد کو باربار تازہ کرتا

رہتا ہے،اس طرح غفلت سے دوری رہتی ہے۔نیز دوسرے لوگوں کوعبادت کرتا دیکھ کرقلب میں مزید استقامت کے ساتھ عبادت کا جذبہ بیدار ہوتا رہتا ہے ،لھذا سستی قریب نہیں آتی ۔نیز دوسرے عبادت گزاروں اور نیک بندوں کو دیکھ کراپنے گناہوں پرندامت کا احساس ہوتا ہے اور یوں توبہ کی توفیق بھی حاصل ہوتی رہتی ہے۔نیز وہاں صاحبِ علم لوگوں سے نشت برخاست کا بار بار موقع ملتا ہے،جس کی بناء پرعلم دین میں اضافہ ہوتا چلاجاتا ہے،جس کی برکت سے عبادات کی اصلاح،گناہوں کی معرفت اوراخلاق حسنہ کے حصول کی سعادت آسان ہوجاتی ہے۔پھریہ مساجداللہ تعالیٰ کےمحبوب ترین مقام ہیں،جیساکہ رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے،''اللہ تعالیٰ کوسب سے زیادہ محبوب مقامات مساجد..اور..سب سے زیادہ ناپسند بازار ہیں۔''(مسلم۔کتاب المساجد)

لھذا جب انسان اللہ تعالیٰ کےمحبوب مقام سے محبت رکھتے ہوئے بار بارحاضری کا شرف حاصل کرتا رہتا ہے،تو اللہ تعالیٰ اسے خاص سایۂ رحمت عطا فرماتا ہے،جس کی برکات کا شمار حدوحساب سے باہر ہے۔

اب ایک عقل مند شخص بآسانی جان سکتا ہے کہ جومقام غفلت سے دوری،اچھی ونیک صحبت،علم دین میں اضافے ،توبہ کی توفیق اوررحمتِ الٰہی کے حصول کا سبب بن رہاہو،تو وہ یقیناً شیطان کےخلاف ایک قلعے کی حیثیت رکھے گا۔

اگر احادیثِ کریمہ کا مطالعہ کیا جائے تو بے شمار احادیث ایسی ملیں گی کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے حبیب (ﷺ) اس کو یہ بات محبوب ہے، کہ اس کے بندے ان مقاماتِ مقدسہ سے اپنا تعلق مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جائیں۔ ہوسکتا ہے کہ اتنی کثرت سے مساجد کی جانب مائل کرنے میں ایک حکمت یہ بھی پوشیدہ ہو، لھذا ہمیں چاہیئے کہ ان احادیث کا مطالعہ کرکے، نیز انہیں ذہن میں محفوظ رکھتے ہوئے، مسجد سے محبت اور حاضری کا شرف حاصل کرتے رہیں، ان شاء اللہ (عزوجل) بہت جلد شیطان کی گرفت میں نمایاں کمی محسوس ہوگی۔ مسجد کی جانب رغبت کے لئے درج ذیل احادیث کا مطالعہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''جو صبح کو اول دن میں یا آخر دن میں مسجد میں گیا، تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی کرے گا۔'' (بخاری۔ کتاب الاذان)

☆ حضرت ابوموسی اشعری (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ ''مسجد میں آنے والے لوگوں میں سے اجروثواب کا زیادہ مستحق وہ ہے، جو دور سے آیا ہو۔'' (ایضاً)

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اس دن سایہ عطا فرمائے گا کہ

جس دن اس سائے کے علاوہ اور کہیں سایہ نہ ہوگا۔

(۱) عادل حاکم۔

(۲) وہ نوجوان جو بچپن سے عبادت میں مشغول رہا ہو۔

(۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے اور مسجد سے واپسی کے بعد ، وہ پھر مسجد واپسی کی تمنا رکھے۔

(۴) وہ دو شخص جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھیں ، اللہ عزوجل ہی کے لئے ملیں اور اسی کی خاطر جدائی اختیار کریں۔

(۵) ایسا شخص جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس پر رقت طاری ہو جائے۔

(۶) ایسا شخص کہ جسے کوئی حسین وجمیل عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

(۷) جو شخص اللہ عزوجل کی راہ میں کچھ خرچ کرے اور اسے اتنا پوشیدہ رکھے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے۔" (ایضاً)

☆ آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) بیان کرتے ہیں کہ "جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا، گھر یا بازار میں ادا کرنے سے پچیس گنا زیادہ اجر وثواب کا سبب ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کر کے

صرف ادائے نماز کے لئے گھر سے چلتا ہے، تو اس کے ہر ہر قدم پر اس کے لئے درجات بلند کئے جاتے ہیں اور گناہ مٹادئے جاتے ہیں اور جب وہ نماز پڑھ کر اس جگہ بیٹھا رہتا ہے، تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں، ''یا اللہ عزوجل! اس پر رحمت نازل فرما۔'' (ایضاً)

☆ حضرت بریدہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''اندھیروں میں مسجد میں آنے والوں کو قیامت کے دن کی روشنی کی بشارت دے دو۔'' (ترمذی۔کتاب الصلوۃ)

☆ حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، ''جب تم ایسے شخص کو دیکھو کہ جو مسجد میں جانے کا اہتمام رکھتا ہے، تو اس کے ایمان کی گواہی دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ''اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۔اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔(ترجمہ کنز الایمان۔سورۃ التوبۃ ۱۸۔پ۱۰)'' (ترمذی۔کتاب الایمان)

☆ حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) کا فرمان ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں، ''تین شخص ایسے ہیں کہ جن کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے۔

(۱) جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلا، وہ اس کی ذمہ داری میں ہے یا تو اس کو شہادت عطا فرما کر داخل جنت کردے یا یا غازی بنا کر اجر وثواب

اور مال غنیمت کے ساتھ واپس لوٹا دے۔

(۲) وہ شخص جو مسجد کے لئے گھر سے نکلا۔

(۳) وہ شخص جو گھر میں سلام کر کے داخل ہوا۔'' (ابوداؤد۔ کتاب الجھاد)

☆ آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ ''جو شخص گھر سے وضو کر کے فرض نماز ادا کرنے کے لئے گھر سے نکلا، اس کا ثواب اس شخص کے برابر ہے، جو شخص حالتِ احرام میں حج کے لئے روانہ ہوا۔''
(مسند امام احمد بن حنبل۔ باقی مسند الانصار)

اور ان میں سے ''دوسری'' اللہ عزوجل کا ذکر کرنا ہے۔ اس کے شیطان کے خلاف قلعہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ ذکر کے باعث قلبی نورانیت میں اضافہ ہوتا ہے، جس کی بناء پر شیطان کو وساوس ڈالنے میں شدید دشواری پیش آتی ہے۔ پھر جو شخص لگاتار ذکر میں مشغول رہے، تو شیطان اس سے دور ہٹنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''شیطان ابن آدم کے دل سے چپکا ہوا ہے۔ جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے، تو وسوسہ ڈالتا ہے۔'' (مشکوۃ بحوالہ بخاری)

منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی، ''یا رب العلمین! مجھے بنی آدم کے قلب میں شیطان کے

وسوسہ ڈالنے کا طریقہ کار دکھا دے۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور خواب میں یہ منظر دکھایا کہ ایک آدمی ہے، جو شیشے کی مانند ہے کہ اس کے اندر اور باہر سب صاف نظر آ رہا ہے اور شیطان ایک مینڈک کی شکل میں اس کے کندھے اور کان کے درمیان بیٹھا ہوا ہے۔ پھر اس نے اپنی طویل اور باریک سونڈ کو اس شخص کے کندھے سے داخل کر کے دل تک پہنچایا اور وساوس ڈالنا شروع ہو گیا۔ لیکن وہ شخص جب بھی ذکر کرتا، شیطان پیچھے ہٹ جاتا تھا۔''

(مکاشفۃ القلوب۔صفحہ۱۴۲)

اور حضرت سفیان بن عیینہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ''جب کوئی قوم جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے، تو شیطان اور دنیا اس سے ہٹ جاتے ہیں۔ شیطان، دنیا سے کہتا ہے، ''کیا تو دیکھ نہیں رہی کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟'' وہ کہتی ہے، ''انہیں چھوڑ دے، کیونکہ جب یہ متفرق ہوں گے، تو میں ان کی گردنیں پکڑ پکڑ کر تیرے پاس لاؤں گی۔'' (مکاشفۃ القلوب۔۴۰۴)

ہمیں بھی چاہیئے کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہیں تاکہ شیطان سے حفاظت کے ساتھ ساتھ حکم الٰہی (عزوجل) پر عمل کی سعادت بھی حاصل ہو جائے اور یوں فلاح و کامرانی ہمارا مقدر بن جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، ''وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پا جاؤ۔ (ترجمہ کنزالایمان۔سورۃ الجمعۃ۔۱۰۔پ۲۸)

ذکر پر استقامت کے لئے درج ذیل احادیث کریمہ پر غور بے حد مفید ثابت ہوگا۔

☆حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''جب کوئی جماعت ذکرِ الٰہی کے لئے بیٹھتی ہے، تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، ان کے لئے سکون واطمئنان کی دولت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ ان فرشتوں میں فرماتا ہے، جو اس کے قریب ہوتے ہیں۔'' (مسلم۔کتاب الذکر.....)

☆حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مکے سے مدینے کے راستے میں جب جمدان کے پہاڑ کے پاس پہنچے ،تو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے فرمایا، ''جلد چلو، یہ جمدان ہے۔'' پھر فرمایا، ''مُـفَـرِّدُوْن سبقت لے گئے۔'' عرض کی گئی، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! مُـفَـرِّدُوْن کون ہیں؟'' فرمایا، ''وہ مرد جو اللہ عزوجل کو کثرت سے یاد کریں اور وہ عورتیں جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کریں۔'' (ایضاً)

☆آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے، ''فرشتے ،اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو راستوں میں تلاش کرتے رہتے ہیں اور جب انہیں ذکر الٰہی کرنے والے لوگ مل جاتے ہیں، تو نداء کرتے ہیں کہ، ''آؤ تمہاری مراد پوری ہوگئی، ذکر کرنے والے مل گئے ہیں۔'' پھر فرشتے

ان ذکر کرنے والوں کو آسمان تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ پھر یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے، ''اے میرے فرشتو! میرے بندے کیا کرر ہے تھے؟ حالانکہ وہ فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے۔'' وہ عرض کرتے ہیں، ''یارب! وہ تیری تسبیح وتحمید وتکبیر اور تیری بزرگی کا تذکرہ کرر ہے تھے۔''

پھر اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں، ''تیری ذات کی قسم انہوں نے تجھے ہرگز نہیں دیکھا۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟'' وہ عرض کرتے ہیں، ''پھر تو تیری عبادت وتسبیح وعظمت کا بیان زیادہ کرتے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''وہ کیا مانگ رہے تھے؟'' وہ عرض کرتے ہیں، ''یارب! وہ جنت طلب کرر ہے تھے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟'' وہ عرض کرتے ہیں، ''نہیں۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو؟'' وہ عرض کرتے ہیں، ''تو اور زیادہ اس کی حرص وطلب کرتے اور مزید رغبت رکھتے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟'' وہ عرض کرتے ہیں، ''یارب کریم! وہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اگر وہ جہنم کو دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟'' وہ عرض کرتے ہیں، ''تو پھر اس سے فرار حاصل کرنے میں اور زیادہ کوشش کرتے اور بہت زیادہ ڈرتے۔'' تو اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے کہ "گواہ ہو جاؤ، میں نے ان لوگوں کی مغفرت فرمادی۔" ان میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے، "یاالٰہی! ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا، جو ذکر کرنے والوں میں سے نہیں تھا، بلکہ اپنے کسی کام سے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا تھا۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے فرشتو! جو ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ جائے، وہ بھی محروم نہیں رہتا۔" (بخاری۔ کتاب الدعوات)

☆ حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے دریافت فرمایا، "کیا میں تمہارے اعمال میں سے ان اعمال کی خبر نہ دوں کہ جو اعمال میں سے سب سے بہتر، تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ، درجات کے لحاظ سے بلند و بالا اور خرچ کے اعتبار سے زر و مال سے بھی بہتر ہیں؟ اور اس سے بھی کہ تم کسی دشمن کا سامنا کرو اور پھر وہ تمہاری گردنیں کاٹ دیں اور تم ان کی گردنیں کاٹ دو؟" انہوں نے عرض کی، "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! ضرور خبر دیجئے؟" فرمایا، "اللہ عزوجل کا ذکر کرنا۔" (ترمذی۔ کتاب الدعوات)

☆ حضرت عبداللہ بن بسر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ "ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی، "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! اسلام کے احکام بہت سے ہیں، مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے کہ جس کو لازم پکڑ لوں۔" رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، "تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے۔"

(ایضاً)

☆ حضرت ابو سعید (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ "رسول اللہ (ﷺ) سے سوال کیا گیا کہ "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! بروزِ قیامت، اللہ تعالیٰ کے نزدیک، درجات کے اعتبار سے کون سا شخص سب سے افضل اور بلند اور ہوگا؟" فرمایا، "اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔" عرض کی گئی، "کیا یہ جہاد کرنے والوں سے بھی افضل ہیں؟" فرمایا، "اگر تم کفار ومشرکین سے جنگ کرو اور جہاد میں تمہاری تلواریں ٹوٹ جائیں اور تم خون میں لتھڑ جاؤ، جب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا مرتبے میں تم سے زیادہ ہوگا۔" (ایضاً)

☆ مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "ذکرِ الٰہی کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے خشک درختوں میں سبز درخت اور اندھیرے گھروں میں روشن مکان۔ اور ذکر کرنے والے کو دنیا میں ہی اس کا جنتی مقام دکھا دیا جاتا ہے اور اگر اس کے گناہ انسانوں اور جانوروں کے برابر بھی ہوں، تو بخش دیئے جائیں گے۔" (مشکوۃ بحوالہ رزین)

☆ حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ "ابن آدم کا کوئی عمل، ذکر الٰہی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلانے والا نہیں۔" (ابن ماجہ۔ کتاب الادب)

☆ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) فرمایا کرتے تھے، "ہر شے کے لئے کوئی نہ کوئی صفائی کرنے والی شے ہوتی ہے اور

دلوں کی صفائی خدا کے ذکر سے ہوتی ہے۔" (ترمذی۔کتاب الدعوات)

☆ سرورِ کونین (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ "اللہ عزوجل نے فرمایا، "جس کو میرا ذکر مجھ سے مانگنے سے روک دے (یعنی کثرت ذکر کی بناء پر مانگنے کی مہلت ہی نہ ملے) تو میں اسے مانگنے والوں سے بہتر دوں گا۔"

(احیاء العلوم بحوالہ بیہقی)

☆ شفیع محشر (ﷺ) فرماتے ہیں کہ، "جو قوم بھی جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے اور وہ صرف اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر ہی جمع ہوئی ہو تو آسمان سے ایک نداء دینا والا آواز دیتا ہے،" اٹھو! تم بخشے ہوئے ہو، میں نے تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔" (مکاشفۃ القلوب۔صفحہ ۴۰۳)

یہاں تک بیان کردہ احادیث مطلقاً ذکر اللہ کے فضائل سے مالا مال تھیں۔اب ذیل میں چند ایسی احادیثِ کریمہ ملاحظہ فرمائیں، جو مخصوص اذکار سے متعلق ہیں۔مطالعہ فرمانے والے مسلمان بھائی اور بہنیں "اپنی مصروفیات" کے مطابق ان میں سے جنہیں اختیار کرنا بہتر محسوس فرمائیں ضرور اختیار کریں اور بارگاہِ الٰہی سے نازل کردہ انعامات کی بارش میں خوب خوب نہائیں۔اور اگر مشورہ قبول فرمائیں تو ان تمام اذکار کو مخصوص ذکر کردہ تعداد میں کم از کم ایک مرتبہ تو ضرور پڑھنے کی سعادت حاصل کرلیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں کہ "جس نے دن میں سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ

وَبِحَمْدِہٖ" پڑھا تو اس کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے، اگر چہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔" (بخاری۔ کتاب الدعوات)

☆ حضرت سعد بن وقاص (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ "میں اور دیگر اصحاب، رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، "کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کماؤ؟" ایک صاحب نے عرض کی، "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! روزانہ ایک ہزار نیکیاں حاصل کرنا کیسے ممکن ہے؟" فرمایا، "جو شخص سو بار "سبحان اللّٰہ" کہے، تو اس کے نامہ اعمال میں ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔" (مسلم۔ کتاب الذکر.....)

☆ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے، "جس نے ہر دن سو مرتبہ یہ کلمات ادا کئے، "لَااِلٰـہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر۔" اس کو دس غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے سو گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں اور وہ، اس دن شام تک کے لئے شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور کسی کا عمل اس کے عمل سے نہیں بڑھ سکتا، سوائے اس شخص کے کہ جس نے ان ہی کلمات کو پڑھا ہو۔" (بخاری۔ کتاب بدء الخلق)

☆ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے، "جو شخص "سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ" پڑھے، اس کے لئے

جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔" (ترمذی کتاب الدعوات)

☆حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ "ایک مرتبہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی، "یارب! مجھے وہ کلمات سکھا دے کہ میں جن سے تیرا ذکر کروں اور تجھ سے دعا مانگوں۔" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، "اے موسیٰ! میری وحدانیت کا ذکر کر یعنی لا الہ الا اللہ کہہ۔" موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کی، "یارب کریم! یہ تو سب ہی کہتے ہیں، مجھے کوئی خاص ذکر عطا فرما۔" ارشاد ہوا کہ "اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمانوں اور اس کے بسنے والے اور ساتوں زمینیں، ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور دوسرے میں لا الہ الا اللہ کو رکھا جائے، تو یہ پہلا، دوسرے سے بھاری ہوگا۔" (مشکوۃ بحوالہ شرح السنۃ)

☆حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا گزر ایک خشک درخت کے پاس سے ہوا، آپ نے اس کی ایک شاخ پر اپنا عصا مبارکہ مارا، تو اس سے پتے جھڑنے لگے، اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا، "سبحان الله، الحمدلله، لا اله الا الله اور الله اکبر پڑھنے سے بندے کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں، جیسے اس درخت سے پتے جھڑ رہے ہیں۔" (ترمذی۔ کتاب الدعوات)

☆حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول

اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''**لاحول ولاقوۃ الاباللہ**، ننانوے بیماریوں کا علاج ہے، جن میں سے سب سے ادنی ''غم'' ہے۔'' (مشکوۃ۔ باب ثواب التسبیح......)

اوران میں سے تیسری چیز تلاوتِ قرآن ہے ۔تلاوتِ قرآن کے شیطان کا قلعہ ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً

ایک وجہ تو یہ ہے کہ چونکہ اس میں شیطان کی نافرمانی کی مکمل داستان درج کردی گئی ہے، لھذا تلاوت کرنے والا فطرتی لحاظ سے اس سے نفرت محسوس کرنے لگتا ہے اور جس سے نفرت ہو، اس کی بات ماننے میں ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے۔

دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر شیطان کو انسان کا دشمن قرار دیتے ہوئے اس سے دور رہنے کا حکم فرمایا، لھذا فرمانبردار بندہ جب ان احکام پر عمل کرے گا، تو یقیناً شیطان کے لئے اس پر غالب آنا مشکل ہوجائے گا۔

تیسری یہ ہے کہ چونکہ قرآن میں جنت کی نعمتوں، جہنم کے عذابوں اور پچھلی امتوں کے نافرمانی کے باعث ہلاک ہونے کا تفصیلی بیان ہے، چنانچہ مسلسل پڑھنے والے کے قلب پر امید وخوف کی کیفیات بار بار وارد ہوتی رہتی ہیں، جس کی بناء پر شیطان کے لئے اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کروانا اور عذاب الٰہی سے بے خوف کروادینا ممکن نہیں رہتا۔

چوتھی یہ کہ قرآن میں جابجا اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت وعظمت کا بیان ملتا

ہے۔جس کو پڑھنے کے بعد ایک ذی عقل بآسانی فیصلہ کر لیتا ہے کہ اتنی عظیم الشان ذات کو چھوڑ کر اس کی ایک حقیر مخلوق کی اطاعت، سراسر گھاٹے کا سودا ہے،لھذا اس سبب سے بھی شیطان اپنی اطاعت کروانے سے محروم ہو جاتا ہے۔

پانچویں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر قیامت میں مخلوق کو جمع کئے جانے اور حساب وکتاب کا ذکر فرمایا ہے۔جب تلاوت کرنے والا اس وعدہ خداوندی کو پڑھتا ہے،تو اس کا دل شیطان کی اطاعت کی جانب مائل ہوتے ہوئے خوف محسوس کرتا ہے،کیونکہ اسے یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ اگر اس لعین کی بات مان کر وقتی مزے حاصل کر بھی لئے ،تو کل ضرور اس کا حساب دینا ہوگا اور اس کا بدلہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور جہنم کے سخت عذاب کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔پس یہی خوف اسے گرفت شیطان سے آزاد کروا دیتا ہے۔

غرضیکہ یہ قرآن کریم کے قلعہ ہونے کی وجوہات کا مختصر بیان ہے۔جو شخص روزانہ تلاوت کا شرف حاصل کرتا رہے،تو ان شاءاللہ (عزوجل) مزید بے شمار وجوہات ظاہر ہوتی جائیں گی۔

لیکن اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کریم کا درست معنی میں قلعہ ہونا اسی وقت ہوگا کہ جب اسے ترجمہ وتفسیر کے ساتھ پڑھا جائے۔ صرف عربی عبارت پڑھنے سے فیوض وبرکات تو ضرور حاصل ہوں گے،لیکن مذکورہ فوائد میں سے اکثر سے محرومی رہے گی،جس کی وجہ سے شیطان سے بچنا

مشکل ہو جائے گا۔فی زمانہ بے عمل حفاظِ کرام اس کی مضبوط دلیل کے طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

ترجمہ اور تفسیر کے لئے تفسیر والا ترجمۂ قرآن ''کنز الایمان'' خرید فرمائیں۔اس میں ترجمہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) اور تفسیر آپ کے خلیفہ جناب ''مولانا نعیم الدین مرادآبادی (قدس سرہ)'' کی ہے۔

تلاوتِ قرآن کا شوق وجذبہ بڑھانے کے لئے ایسی احادیثِ کریمہ کا مطالعہ مفید رہے گا کہ جن میں اس کے فضائل بیان کئے گئے ہوں۔اسی مقصد کے لئے چند احادیثِ مبارکہ درج ذیل ہیں۔

☆حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے، ''جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جائے، اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔'' (مسلم۔کتاب صلوۃ المسافرین)

☆حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''تم میں سے کوئی مسجد میں جا کر دو آیات کی تلاوت کرے یا دو آیتیں کسی کو سکھا دے، تو یہ اس کے لئے دو اونٹنیاں صدقہ کرنے سے افضل ہے اور تین آیتیں تین اونٹنیوں سے بہتر اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے بہتر ،اسی طرح زیادہ آیتوں کی تلاوت زیادہ انٹنیوں کے صدقے سے بہتر ہے۔'' (ایضاً)

☆ سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''قرآن کا ماہر معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا، لیکن جو قرآن کریم کو دقت کے ساتھ اٹک کر پڑھتا ہے، اس کے لئے دوہرا ثواب ہے۔''

(بخاری۔ کتاب تفسیر القرآن)

☆ حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا، ''قرآن کریم کی تلاوت کرو کیونکہ وہ اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ اور چمکتی ہوئی دو سورتوں یعنی سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی تلاوت کرو، یہ دونوں سورتوں قیامت کے دن بادل یا پرندوں کی دو قطاروں کی مانند سایہ فگن ہوں گی، اپنے پڑھنے والوں کے لئے جھگڑا کریں گی۔ (پھر فرمایا) سورہ بقرہ کی تلاوت کرو، اس کی تلاوت میں برکت ہے اور اس کے ترک میں ناامیدی ہے اور باطل پرست اس پر عمل کی طاقت نہیں رکھتے۔'' (مسلم۔ کتاب صلوۃ المسافرین)

☆ سیدنا ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے مجھے رمضان کے فطرے کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ میں رات میں پہرہ دے رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور غلہ چرانے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ صبح تجھے رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہ میں پیش کروں گا۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے چھوڑ دیجئے، میں محتاج ہوں، میرے بال بچے ہیں اور سخت حاجت نے مجھے اس کام پر مجبور کیا ہے''۔ مجھے اس پر رحم آ گیا چنانچہ اسے جانے دیا۔ جب صبح ہوئی اور میں بارگاہِ

رسالت (ﷺ) میں حاضر ہوا تو نبیٔ اکرم (ﷺ) نے دریافت فرمایا، اے ابو ہریرہ! تمہارے رات کے قیدی کا کیا ہوا؟... میں نے عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) اس نے شدید محتاجی اور بیوی بچوں کا عذر کیا تو میں نے اس پر ترس کھایا اور رہا کردیا۔ آپ نے فرمایا، اس نے تم سے جھوٹ بولا، وہ پھر آئے گا۔

مجھے رسول اللہ (ﷺ) کے اس فرمان کی وجہ سے یقین ہو گیا کہ وہ جلد لوٹ کر آئے گا۔ میں اس کی تاک میں بیٹھ گیا۔ حسبِ فرمان عالیشان وہ دوبارہ آیا اور غلہ لے جانے لگا۔ میں نے سے پکڑ لیا اور کہا، اس بار تو ضرور تجھے خدمتِ رسول (ﷺ) پیش کروں گا۔ وہ حسبِ سابق کہنے لگا مجھے چھوڑ دیجئے، میں محتاج ہوں اور مجھ پر اہل وعیال کا بڑا بوجھ ہے، دوبارہ نہیں آؤں گا۔ مجھے پھر اس پر رحم آگیا اور میں نے اسے رہا کردیا۔ جب صبح ہوئی تو رسولِ اکرم (ﷺ) نے مجھ سے فرمایا، اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس نے سخت محتاجی اور بیوی بچوں کا عذر کیا، مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اسے رہا کردیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا ہے، وہ پھر آئے گا۔

مجھے آپ کے اس فرمانِ مبارک کی بناء پر یقین تھا کہ وہ ضرور لوٹے گا چنانچہ میں گھات میں رہا۔ واقعی وہ پھر آیا اور غلہ بھرنے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا

اور کہا کہ اب تو تجھے رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں ضرور لے جاؤں گا، یہ تیسری بار ہوا ہے کہ تو یقین دلا کر جاتا ہے کہ دوبارہ نہیں آؤں گا اور پھر آجاتا ہے۔ وہ بولا مجھے چھوڑ دیں، میں آپ کو چند ایسے کلمات سکھائے دیتا ہوں کہ اللہ ان کی برکت سے آپ کو نفع دے گا۔ میں نے کہا وہ کلمات کیا ہیں؟... جب آپ بستر پر جائیں تو آیۃ الکرسی **اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم**، اختتام تک پڑھ لیں، اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے گا اور صبح تک شیطان آپ کے قریب نہ پھٹکے گا۔ یہ سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا۔

جب صبح ہوئی تو سرکارِ دوعالم (ﷺ) نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کی کہ اس نے کہا کہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع عطا فرمائے گا۔ نبیٔ اکرم (ﷺ) نے فرمایا کہ وہ ہے تو جھوٹا، مگر تم سے سچ بول گیا، جانتے ہو کہ تم تین دن سے کس گفتگو کر رہے ہو؟ میں نے عرض کی کہ نہیں۔ فرمایا، وہ شیطان تھا۔ (بخاری۔ کتاب الوکالۃ)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پاک کی تلاوت کر اور اس طرح ٹھہر ٹھہر کر قواعد وصفات کا لحاظ کر کے پڑھ جیسے تو دنیا میں پڑھا کرتا تھا، اور تیری منزل وہ ہوگی، کہ جہاں تو آخری آیت تلاوت کرے گا۔'' (ترمذی۔ کتاب فضائل القرآن)

☆حضرت ابو سعید (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، ''جس شخص کو میرے ذکر اور قرآن پاک کی تلاوت نے مجھ سے سوال کرنے سے باز رکھا، تو میں اسے اس سے بہتر عطا کروں گا کہ جو سوال کرنے والے کو عطا کرتا ہوں۔'' (ایضاً)

☆حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ ''جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف بھی پڑھا، اس کے لئے ایک نیکی ہے اور یہ نیکی دس نیکیوں کے برابر ہیاور میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک، لام ایک اور میم ایک حرف ہے۔'' (ایضاً)

☆حضرت انس (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورہ یسین ہے، اس سورہ کی تلاوت کرنے والے کو دس مرتبہ قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔'' (ایضاً)

☆حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص ہر شب ''سورہ حم الدخان'' پڑھ کر صبح کرتا ہے، تو اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔'' (ایضاً)

☆آپ ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''جس نے جمعہ کی شب ''سورہ حم السجدۃ'' کی تلاوت کی اس کی مغفرت

کردی جاتی ہے۔'' (ایضاً)

☆حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ (ﷺ) کے اصحاب میں کسی نے لاعلمی میں ایک قبر پر خیمہ قائم کرلیا۔تو انہوں نے سنا کہ وہ قبر والا ''سورہ تبارک الذی'' کی تلاوت کررہا تھا، حتی کہ اس نے پوری سورت پڑھ ڈالی۔ان صاحب نے یہ تمام ماجرا رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں پیش کیا۔آپ نے ارشاد فرمایا، ''یہ سورت اللہ عزوجل کے عذاب کو روکنے اور نجات دلوانے والی ہے۔'' (ایضاً)

☆حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص دن میں دو سو مرتبہ سورہ اخلاص (قل ھو اللہ شریف) کی تلاوت کرتا ہے، تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، مگر یہ کہ اس پر کسی کا قرض ہو۔'' (ایضاً)

☆حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ایک شخص کو سورہ اخلاص پڑھتے سنا تو ارشاد فرمایا، ''واجب ہوگئی۔'' میں نے دریافت کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا چیز واجب ہوگئی؟'' فرمایا، ''جنت۔'' (ایضاً)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس قول مبارک کی برکات سے فیضیاب ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

سب سے اچھا، بہتر، افضل؟

مروی ہے کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا گیا کہ ''دنوں میں سے سب سے اچھا دن.. مہینوں میں سے سب سے بہتر مہینہ ..اور.. اعمال میں سے سب سے افضل عمل کون سا ہے؟....

فرمایا، ''دنوں میں سب سے اچھا دن جمعہ کا دن...

مہینوں میں سب سے بہتر مہینہ رمضان ..اور..

اعمال میں سب سے افضل عمل پانچ نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنا ہے۔''

تین دن بعد حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس سے یہ یہ سوال ہوئے اور آپ نے یہ یہ جواب دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ''اگر مشرق ومغرب کے تمام علماء وحکماء وفقہاء بھی مل کر ان سوالوں کا جواب دیتے تو حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کی مثل جواب نہ دے پاتے، لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ

''تیرا سب سے افضل عمل وہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمالے...اور...

سب سے بہتر مہینہ وہ ہے کہ جس میں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے خالص توبہ کرے...اور...

دنوں میں سب سے اچھا دن وہ ہے کہ جس دن تو اپنا ایمان سلامت لے کر دنیا سے رخصت ہو جائے۔"

اس عظیم واقعے میں سب سے پہلے قابل غور بات ہمارے اکابرین اسلام کا ایک دوسرے کا ادب واحترام کرنا اور تکبر وعجب خود پسندی سے محفوظ ہونا ہے۔ اگر ان کی جگہ آج کے دور کے دو صاحبِ علم حضرات ہوتے ،تو شائد دوسرے کو حقیر اور خود کو اس کے مقابلے میں زیادہ صاحبِ علم وفہم ثابت کیے بغیر نہ رہتے۔

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے قول مبارک سے بخوبی جانا جا سکتا ہے کہ ان نفوس قدسیہ کے نزدیک اعمال کی قبولیت، گناہوں سے پختہ توبہ اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے رخصتی کو بے حد اہمیت حاصل تھی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان وجوہات پر غور کریں کہ جن کے باعث ان تین امور کو اہمیت حاصل ہوئی۔ تا کہ ہمارے قلوب میں بھی ان کو اہم سمجھنے کا جذبہ بیدار ہو اور پھر ان کی اہمیت کے پیش نظر احتیاطی اور عملی تدابیر اختیار کرنے میں قطعاً دیر واقع نہ ہو۔

چنانچہ اعمال کی قبولیت کی اہمیت اس لئے ہے کہ اخروی نجات وانعامات کا بڑا دارومدار انسان کے اعمال حسنہ پر رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے؛

”وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ۔اور خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں۔

(ترجمہ کنزالایمان۔سورۃ البقرۃ ۲۵۔پ ۱)

اور ارشاد فرمایا،

”وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ ۔اور جو کچھ بھلے کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

(ترجمہ کنزالایمان سورۃ النساء۔۱۲۴۔پ ۵)

مزید فرمان ہے،

”وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ۔ایمان والے نیکوں کاروں سے اللہ تعالٰی کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔(ترجمہ کنزالایمان۔سورۃ المائدۃ ۹۔پ ۶)

اور ارشاد ہوتا ہے،

”اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ☆ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے۔(ترجمہ کنزالایمان۔الکھف ۱۰۷۔پ ۱۶)

اور یقیناً نیک اعمال کے جواب میں یہ انعامات اسی صورت میں حاصل

ہوں گے کہ جب وہ اعمال بارگاہ الٰہی میں قبول ومنظور بھی ہوئے ہوں۔ کیونکہ اگر نیک اعمال تو کئے، لیکن ان کو بارگاہ الٰہی میں مقبول ومنظور کروانے کے اہتمام سے غفلت اختیار کی گئی، تو اب انعام نہیں بلکہ عذابِ الٰہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ سرکارِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ

''بے شک قِیامت کے دن لوگوں میں سے جس کے خلاف سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ شخص ہوگا کہ جسے (راہِ خدا عزوجل میں) شہید کیا گیا ہوگا' پس اسے (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) حاضر کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا' وہ ان کا اِقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ ''تو نے ان نعمتوں کے شکر کے طور پر کیا عمل کیا؟'' وہ عرض کرے گا کہ ''میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ''تو نے جھوٹ کہا کیونکہ تو نے جہاد تو اس لئے کیا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے، سو وہ کہہ لیا گیا۔'' پھر اس کے بارے میں (جہنم میں ڈالے جانے کا) حکم دیا جائے گا تو اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔''

اور (پھر) وہ شخص (حاضر کیا جائے گا کہ) جس نے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآنِ پاک پڑھا' اللہ تعالیٰ اِسے (بھی) اپنی نعمتوں کی پہچان کروائے گا وہ ان کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ''تو نے ان کے شکریے میں کیا عمل کیا؟'' وہ عرض کرے گا کہ ''میں نے علم سیکھا اور سکھایا اور تیری رِضا کی خاطر قرآن

پڑھا۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "تو نے جھوٹ کہا' تو نے علم اس لئے حاصل کیا تا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا تا کہ تجھے قاری کہا جائے سو وہ کہہ لیا گیا۔" پھر اس کے بارے میں (بھی دوزخ میں ڈالے جانے کا) حکم دیا جائے گا' پس اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔"

اور (پھر) وہ شخص (لایا جائے گا کہ) جس کو اللہ تعالیٰ نے وسعت بخشی اور اسے ہر قسم کا مال عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اسے (بھی) اپنی نعمتیں یاد دلائے گا' وہ ان کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ "تو نے ان کے بدلے میں کیا عمل کیا؟" وہ عرض کرے گا کہ "میں نے کوئی ایسی راہ نہ چھوڑی کہ جس میں تجھے مال خرچ کرنا محبوب ہو چنانچہ میں نے اس (راہ) میں تیری رضا کی خاطر مال خرچ کیا۔" اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ "تو نے جھوٹ کہا' کیونکہ تو نے یہ سب اس لئے کیا تھا تا کہ تجھے سخی کہا جائے، سو وہ کہہ لیا گیا۔" پھر اس کے بارے میں (بھی جہنم کا) حکم دیا جائے گا' چنانچہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا' یہاں تک کہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔" (صحیح مسلم)

اور گناہوں سے توبہ کی اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ بتقضائے بشریت صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے محفوظ رہنا بے مشکل ہے۔ اب اگر ارتکاب گناہ کے بعد ان کے کفارے کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا، تو یقیناً تباہی انسان کا مقدر بن جاتی۔ جیسا کہ درج ذیل روایت میں توبہ نہ کرنے والے کا انجام ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رحمت عالم (ﷺ) نے دریافت فرمایا، ''اَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟ ۔کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہوتا ہے؟'' صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کی، '' اَلْمُفْلِسُ فِیْنَا لَادِرْهَمَ وَلَامَتَاعَ ۔ہم میں مفلس وہ ہے، جس کے پاس نہ درھم ہوں، نہ کوئی مال ومتاع ۔تو آپ نے ارشاد فرمایا، ''اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِیَامٍ وَزَكٰوةٍ ۔میری امت کا مفلس وہ ہے جو بروز قیامت نماز، روزے اور زکوۃ لے کر آئے گا۔ وَیَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَکَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا ۔(لیکن) اس حال میں آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی تھی، کسی کو تہمت لگائی تھی، کسی کا (ناحق) مال کھایا تھا، کسی کا خون بہایا تھا اور کسی کو مارا تھا۔

فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ ۔چنانچہ اس کی نیکیوں میں سے کچھ اِس (مظلوم) کو دے دی جائیں گی، کچھ اُس (مظلوم) کو۔ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ ۔پھر اگر اس کی نیکیاں، ادائیگی حقوق سے قبل ختم ہو جائیں گی، تو ان (مظلوموں) کی برائیاں، اس (کے نامہ اعمال میں) ڈال دی جائیں گی، پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'' (مسلم۔کتاب البر والصلۃ والآداب)

اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہونے کی اہمیت کا

سبب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ جو شخص مسلمان پیدا ہوا، وہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی مسلمان ہی ہو۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو ایمان کی حفاظت سے غفلت کی بناء پر اس نعمتِ عظمیٰ سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اور جو اس نعمت سے محروم رہا، وہ کبھی بھی جنت میں نہیں جا سکتا۔

مروی ہے کہ جب کسی اچھے شخص کا انتقال ہوتا، تو حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) فرماتے، ''کاش! تیری جگہ میں ہوتا۔'' ایک مرتبہ اس پر آپ کی نے آپ کو ٹوکا، تو آپ نے کہا، ''ام محترم! آپ نہیں جانتیں کہ آدمی صبح ایمان کی حالت میں کرتا ہے اور شام کو منافق ہو جاتا ہے اور اس کا ایمان لاشعوری کے عالم میں سلب کر لیا جاتا ہے، اس لئے میں اس قسم کی میتوں پر رشک کرتا ہوں اور اسے اس زندگی پر ترجیح دیتا ہوں کہ جس میں نماز و روزہ ہو۔'' (شرح الصدور۔ صفحہ ۱۳)

ان تینوں امور کی اہمیت کو سمجھنے کے بعد اپنی ذات پر اس حوالے سے محاسبانہ نظر ڈالنا بھی بے حد ضروری ہے کہ آیا ان تینوں امور کی سعادت ہمیں بھی حاصل ہے یا نہیں۔ اگر جواب ہاں میں ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر، ورنہ سنجیدگی سے اپنی فکر کرنی چاہیئے۔ چنانچہ

نیک اعمال کی قبولیت کے بارے میں غور کرنا ضروری ہے کہ کن اسباب کی وجہ سے اس نعمت سے محرومی ہو سکتی ہے۔ ان تمام اسباب کو جاننا اور پھر ان سے بچنا اپنے اوپر لازم کر لینا چاہیئے۔

اس سلسلے میں غور و تفکر کی سعادت حاصل کی جائے تو واضح ہوگا کہ اعمال کے درجہ قبولیت تک نہ پہنچنے کی تین بڑی بڑی وجوہات ہیں۔

(۱) علم دین سے محرومی۔

(۲) عمل میں سستی۔

(۳) اپنا محاسبہ نہ کرنا یا احتساب کرنے میں استقامت کا نہ ہونا۔

ان میں سے پہلی وجہ سب سے اہم ہے۔ کیونکہ بسا اوقات رات دن محنت اور کثیر سرمایہ خرچ کرنے والا فقط لاعلمی کی بناء پر اپنے اعمال کو ضائع کروا بیٹھتا ہے۔ مثلاً

☆ جس کو ریاء کے بارے میں معلومات نہ ہوں، اس کا اس موذی مرض سے بچنا تقریباً ناممکن ہے۔ اور یہ عمل نیکیوں کو ضائع کرنے میں سرفہرست نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے،

''لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ ۔ یعنی اپنے صدقے باطل نہ کر دو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے۔

(کنزالایمان۔ پ۳۔ البقرۃ ۲۶۴)۔

اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سید الانبیاء، حبیب کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے، ''جو شخص رضائے الٰہی کو حاصل کرنے والا علم،

دنیا کا سازوسامان حاصل کرنے کی نیت سے سیکھتا ہے،تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکتا۔'' (ابوداؤد۔کتاب العلم)

☆ بعض لوگ مال حرام حاصل کرنے کے بعد،ضمیر یا لوگوں کی جانب سے مذمت و ملامت سے بچنے کی خاطر مختلف نیک کاموں مثلاً دینی مدارس اور مساجد وغیرہ میں خرچ کر کے خوش ہوتے رہتے ہیں۔حالانکہ اس طرح خرچ بالکل نافع نہیں۔

جیسا کہ رحمتِ عالم (ﷺ) کا فرمان عالیشان ہے،جو بندہ مال حرام سے صدقہ کرے تو قبول نہ کیا جائے گا،اگر اس میں سے خرچ کرے تو اس کے لئے اس میں برکت نہیں اور چھوڑ کر مرے تو جہنم میں جانے کا سامان ہے۔اللہ تعالیٰ برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا، بلکہ نیکی سے برائی کو محو فرماتا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ''جس نے مال حرام جمع کیا اسے صدقہ کیا تو اس میں اس کے لئے بالکل ثواب نہیں بلکہ اس کی بناء پر گناہ گار ہوگا۔''

(حاکم)

☆ بسا اوقات ساری زندگی نماز کی ادائیگی کے باوجود سوائے تھکاوٹ اور خوش فہمی کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،''اِنَّ اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِیْ یَسْرِقُ

صَلٰوتَہٗ۔ بے شک لوگوں میں سے چوری کے اعتبار سے سب سے براوہ ہے، جو اپنی نماز سے چوری کرتا ہے۔'' لوگوں نے عرض کی ''وَ کَیْفَ یَسْرِقُھَا؟۔ وہ نماز میں سے کیسے چوری کرے گا؟''...فرمایا، ''لَایُتِمُّ رُکُوْعَھَا وَلَاسُجُوْدَھَا۔ وہ اس کے رکوع وسجود پورے نہیں کرتا۔'' (مسندامام احمد۔ باقی مسند المکثرین)

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن علی (رضی اللہ عنہ) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ! لَایَنْظُرُ اللّٰہُ اِلٰی رَجُلٍ لَا یُقِیْمُ صُلْبَہٗ بَیْنَ رُکُوْعِہٖ وَسُجُوْدِہٖ۔ اے مسلمانو کے گروہ! اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی جانب نگاہ نہیں فرماتا، جو رکوع وسجود کے درمیان اپنی پیٹھ سیدھی نہیں کرتا۔'' (مسندامام احمد۔ مسند المدنیین)

☆ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، ''مَا مِنْ مَصَلٍّ اِلَّا وَمَلَکٌ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَمَلَکٌ عَنْ یَّسَارِہٖ فَاِنْ اَتَمَّھَا عَرَجَا بِھَا اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِنْ لَّمْ یُتِمَّھَا ضَرَبَا بِھَا وَجْھَہٗ۔ جو بھی شخص نماز ادا کرے تو ایک فرشتہ اس کی سیدھی جانب اور دوسرا بائیں جانب ہوتا ہے۔ پھر اگر وہ نماز کو مکمل کرے تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں.. اور.. اگر پورا نہ کرے تو اسے اس کے چہرے پر دے مارتے ہیں۔''

(کتاب الکبائر بحوالہ بیہقی۔ صفحہ ۲۱)

اور....

☆ کبھی کبھی یہی کم علمی روزے کی بربادی کا سبب بھی بن جاتی ہے۔

جیسا کہ

بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ ماہِ رمضان میں سحری کرنے والے ہمارے مسلمان بھائی فجر کی اذان کے دوران بھی کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ شائد انھوں نے یہ خود ساختہ مسئلہ سن رکھا ہوتا ہے کہ ''جب تک اذان ہو کھانا پینا جائز ہے۔'' بلکہ بعض لوگ تو ایسے بھی ملیں گے جو یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ابھی تو قریبی مسجد کی اذان ہوئی ہے، فلاں مسجد کی اذان باقی ہے، جلدی سے کچھ کھا پی لو۔'' یقیناً اس طرح اذان کے بیچ میں کھاتے پیتے رہنے سے روزے ضائع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ تمام دن بھوکا پیاسا رہنے کی مشقت کے علاوہ اور کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ نیز سخت گناہ گار علیحدہ ہوں گے۔ اس کی وجہ ان دو مسائل سے جانی جا سکتی ہے کہ

(i) کسی بھی نماز کی اذان، وقت شروع ہونے کے بعد دی جائے گی۔ اگر وقت سے پہلے دے دی، بلکہ اگر صرف اللہ اکبر بھی وقت سے پہلے کہا، بقیہ پوری چاہے وقت کے اندر ہی دی، تب بھی نہ ہوئی۔

(درمختار۔ المجلد الاول۔ باب الاذان۔ صفحہ ۶۲)

(ii) فجر کا وقت طلوعِ صبح صادق یعنی سحری ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ (متون)

مذکورہ دونوں مسائل سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ فجر کی اذان سحری ختم ہونے کے بعد ہی دی جا سکتی ہے، اس سے پہلے نہیں۔

اس کے ساتھ ہی مکمل طور پر بات واضح ہو جاتی ہے کہ چونکہ فجر کی اذان سحری بند ہونے کے بعد ہی دی جاسکتی ہے، پہلے نہیں، چنانچہ جس نے اذان کے درمیان کھایا پیا، اس نے دراصل سحری بند ہو جانے کے بعد کھایا پیا اور جس نے سحری بند ہو جانے کے بعد کھایا پیا، یقیناً اس کا روزہ ضائع ہو گیا۔

اور کبھی دوسری وجہ یعنی عمل کی سعادت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے بھی اعمال درجہ قبولیت کو نہیں پہنچ پاتے۔ یعنی بسا اوقات ایک صاحبِ علم شخص مختلف ایسے امور کے بارے میں جانتا ہے کہ جو اس کے اعمال کی قبولیت کی راہ میں عظیم رکاوٹ بن سکتے ہیں، لیکن عمل میں سستی کا شکار ہوتا ہے۔ اور یہی شکارِ سستی و غفلت ہونا اس کے لئے عذابِ الٰہی کا سبب بن جاتا ہے۔

مثلاً ایک شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ اپنی تعریف و واہ واہ کی غرض سے کیا جانا والا عمل مقبول بارگاہِ الٰہی ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لیکن کبھی کبھی نفسانی خواہش اس پر اتنی غالب ہو جاتی ہے کہ وہ جانتے بوجھتے اپنی نیت میں فساد پیدا کر لیتا ہے اور یوں اس کا عمل بظاہر خوبصورت، لیکن باطناً بدنما ہو جاتا ہے۔

اور کبھی تیسری وجہ یعنی اپنا محاسبہ نہ کرنا یا احتساب کرنے میں استقامت کا نہ ہونا بھی اعمال کی بربادی کی جانب لے جاتا ہے۔ کیونکہ اپنی ذات میں موجود عیوب پر نگاہ رکھنا ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ چنانچہ جو اپنا محاسبہ

کرنے میں کوتاہی کا شکار ہوگا، یہ عیوب ضرور اسے نقصان پہنچائیں گے۔اور ان کا ایک نقصان اعمال کے ضیاع کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔

ان تینوں اسباب کو جاننے کے بعد ہمیں بھی چاہیئے کہ اعمال کی حفاظت کی غرض سے علم دین سیکھنے،اس پر عمل کی سعادت حاصل کرنے اور عمل کے ساتھ ساتھ ہر لمحہ اپنا محاسبہ کرتے رہنے کی بھرپور کوشش اجری رکھنی چاہیئے۔

گناہوں سے توبہ کے لئے توبہ کی تعریف اور طریقہ جاننا لازم ہے۔

چنانچہ توبہ کا مطلب ہوتا ہے کہ

''سابقہ زندگی میں کئے گئے گناہ پر ندامت محسوس کرتے ہوئے،اللہ تعالیٰ کے خوف کے باعث اسے نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا۔''

تعریف کے مطابق توبہ کے لئے تین امور کا ہونا ضروری ہے۔

(i) پہلے اس گناہ کا ارتکاب ہو چکا ہو۔

(ii) اسے آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کیا جائے۔...اور...

(iii) ترک گناہ کا یہ ارادہ فقط اللہ عزوجل کے خوف کی بناء پر ہو۔

توبہ ہر عاقل بالغ مرد وعورت پر واجب ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

''وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔(ترجمہ کنزالایمان۔سورۃ النور ۳۱۔پ ۱۸)

اور....

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما (ﷺ)) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، بے شک میں بھی دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔'' (مسلم۔کتاب الذکر......)

جب کوئی شخص مذکورہ شرائط کے ساتھ توبہ کی سعادت حاصل کر لیتا ہے ،تو اللہ تعالیٰ اسے بے شمار انعامات سے مالا مال کر دیتا ہے۔جیسا کہ

☆ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، جتنا کوئی شخص جنگل میں اپنا اونٹ گم کر دے اور پھر پالے۔''

(بخاری۔کتاب الدعوات)

☆ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان عالیشان ہے کہ ''جب کوئی بندہ گناہ کر لیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ ''اے مولا! میں نے گناہ کر لیا، مجھے معاف کر دے۔'' تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، ''میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے، (اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ) میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جتنا رب عزوجل چاہتا ہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے[1] اس کے بعد پھر کوئی گناہ کر لیتا ہے

---

[1]۔ ''جتنا رب چاہے وہ بندہ ٹھہرا رہتا ہے'' اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ نفس وشیطان کو اس پر غلبہ کی توفیق نہیں دیتا اور پھر کچھ عرصہ بعد اس بندے کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ نیز ''اب جو چاہے کرے'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ اس سے اتنا خوش ہو جاتا ہے کہ پھر اسے نفس وشیطان سے ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دیتا ہے۔

، پھر عرض کرتا ہے، ''یا الٰہی ! میں نے پھر گناہ کر لیا، بخش دے۔'' تو رب کریم فرماتا ہے کہ میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب عزوجل ہے جو گناہ پر پکڑ بھی لیتا ہے اور معاف بھی کر دیتا ہے، (اے فرشتو! گواہ رہنا کہ) میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔''

پھر جتنا رب عزوجل چاہے وہ بندہ ٹھہرا رہتا ہے اور پھر مزید گناہ کر بیٹھتا ہے، اور دوبارہ عرض کرتا ہے، ''یارب کریم! مجھے معاف کر دے۔'' تو رب عزوجل فرماتا ہے کہ یہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے تو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے۔ (اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ) میں نے اپنے بندے کی بخشش فرما دی، اب جو چاہے کرے۔ (بخاری۔ کتاب التوحید)

☆ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ''اے ابن آدم! تو نے جب بھی مجھے پکارا اور مجھ سے رجوع کیا، میں نے تیرے گناہوں کی بخشش کر دی اور مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اور اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے، تو میں تیری بخشش کر دوں گا اور میری ذات بے نیاز ہے۔ اے ابن آدم! اگر میری تجھ سے ملاقات اس حالت میں ہو کہ تیرے گناہ پوری زمین کو گھیر لیں، لیکن تو نے شرک کا ارتکاب نہ کیا ہو، تو میں تیرے لئے اتنی ہی مغفرت مقرر کر دوں گا۔'' (ترمذی۔ کتاب الدعوات)

☆ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ

(ﷺ) کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ''جس بندے نے یہ جان لیا کہ میں گناہوں کی مغفرت کی قدرت رکھتا ہوں، تو میں اس کی مغفرت کر دیتا ہوں اور میری ذات بے نیاز ہے، جب تک وہ بندہ شرک نہ کرے۔''

(مشکوۃ بحوالہ شرح السنۃ)

☆حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''سارے انسان خطا کار ہیں اور خطا کاروں میں سے بہتر وہ ہیں، جو توبہ کر لیتے ہیں۔'' (ترمذی۔ کتاب الصفۃ القیامۃ ....)

☆حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ ''جس نے استغفار کو لازم پکڑ لیا، تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام مشکلوں میں آسانی، ہر غم سے آزادی اور بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔''

(ابوداؤد۔ کتاب الصلوۃ)

☆حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ ''جب کوئی بندہ مؤمن گناہ کر لیتا ہے، تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے، لیکن جب وہ توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے طلبِ مغفرت کرتا ہے، تو اس کا قلب صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ گناہ کرتا رہے (درمیان میں توبہ نہ کرے) تو یہ سیاہی بڑھتی رہتی ہے، یہاں تک اس کا دل سیاہ پڑ جاتا ہے۔ پس یہ وہی زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی اس طرح فرمایا ہے کہ ''كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. (کوئی نہیں بلکہ ان

کے دلوں پر زنگ چڑھادیا ہے ان کی کمائیوں نے۔(المطففین ۱۴)۔

(ترمذی۔کتاب التفسیر القرآن)

☆حضرت ابوسعید(رضی اللہ عنہ)بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ(ﷺ) نے ارشاد فرمایا،''شیطان نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہا،''اے میرے رب! مجھے تیری عزت وجلال کی قسم! جب تک بندوں کے جسموں میں روح باقی ہے، میں انہیں بہکاتا رہوں گا۔''اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا،''مجھے اپنی عزت وجلال اور بلند مقام کی قسم! میں ہمیشہ اس وقت ان کی مغفرت کرتا رہوں گا، جب تک کہ وہ مجھ سے مغفرت مانگتے رہیں گے۔''

(مسند امام احمد بن حنبل۔باقی مسند المکثرین)

☆حضرت عبداللہ بن مسعود(رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے، جیسے اس سے گناہ صادر ہی نہ ہوا ہو۔''(ابن ماجہ۔کتاب الزھد)

پھر چونکہ گناہ مختلف نوعیتوں کے ہوتے ہیں، مثلاً

(۱)جن کا تعلق حقوق اللہ میں کوتاہی سے ہوتا ہے۔جیسے نماز، روزہ ،حج ،قربانی اورزکوۃ وغیرہ کی ادائیگی میں سستی۔

(۲)جن کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہوتا ہے۔جیسے چوری ،غیبت ،چغلی وغیرہ۔

لھذا ان سے کی جانے والی توبہ بھی مختلف اقسام کی ہوگی۔چنانچہ

حقوق اللہ میں کوتاہی اگر غیر مالی عبادت میں ہوئی ہے، جیسے نماز وروزہ وغیرہ تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کے ساتھ ساتھ ان کی قضا کرنا بھی واجب ہے۔

اور اگر مالی عبادت ہیں، جیسے زکوۃ وقربانی وغیرہ تو اب کے سلسلے میں بارگاہ الٰہی میں توبہ اور مال کا خرچ کرنا بھی لازم ہوگا۔

یونہی بندوں کے حقوق میں کوتاہی اگر صرف غیر مالی ہو جیسے کسی کو گالی بک دینا، مار پیٹ کرنا وغیرہ، تو اللہ تعالیٰ اور اس مظلوم سے معافی طلب کرنے سے توبہ مکمل ہوگی۔

اور اگر مالی معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس مظلوم سے معافی طلب کرنے کے ساتھ ساتھ یا تو اس مظلوم سے مال معاف کروانا اور یا اس مال کو ادا کرنا لازم ہوگا، ورنہ توبہ کامل نہ ہوگی۔

اور.....

ایمان کی حفاظت کے لئے، حفاظتی اقدامات اور اس کے دشمنوں سے دوری کی کوشش کو اولین ترجیح دینی ضروری ہے۔

اولاً اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ ایمان کے دشمن کون کون سے ہیں۔ان میں سرفہرست چار کو قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۱) نفس۔(۲) شیطان۔(۳) دنیا۔۔اور۔۔(۴) گناہ

ان میں سے نفس سب سے خطرناک دشمن ہے کہ اس نے شیطان کا

ایمان بھی برباد کروادیا تھا۔ کیونکہ جب شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے باوجود آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا تھا اور یوں اس کا ایمان سلب کرلیا گیا تھا، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے،

''اَبٰی وَاستَکبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ۔ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ (ترجمہ کنزالایمان۔ سورۃ البقرۃ ۳۴۔ پ ۱)

تو اس وقت کوئی دوسرا شیطان تو تھا نہیں جو اسے بہکاتا، بلکہ وہ اس کا نفس تھا کہ جس نے اس کے دل میں مادہ تکبر کو بڑھایا اور ہمیشہ کے لئے ذلت ورسوائی کا تاج قبیح پہنوادیا۔

نیز شیطان بھی اپنے گلے میں رسوائی کا طوق ڈال کر مخلوق خدا عزوجل کو اپنے ساتھ جہنم میں لے جانے کے لئے بے تاب ہے اور اس کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ چاہے سامنے والا گناہگار ہو یا متقی و پرہیزگار، صاحب علم ہو یا جاہل۔ اس کا اولاً مقصود اس کے ایمان کی بربادی ہے۔

مروی ہے کہ ایک عابد وزاہد شخص بیمار ہو گیا، حتی کہ اس کے انتقال کا وقت قریب آ گیا۔ اس کا ایک دوست حالت نزع کے وقت اس کے پاس آیا اور اسے کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی، لیکن اس زاہد نے اس کی جانب سے منہ پھر لیا۔ اس نے دوبارہ تلقین کی، لیکن اس نے پھر منہ دوسری طرف کرلیا۔ جب اس نے تیسری مرتبہ تلقین کی، تو اس زاہد کی زبان سے نکلا ''میں یہ ہرگز نہیں

کہوں گا۔''

اس جملے کو سن کر اس کے دوست کو بے حد رنج ہوا۔ کچھ دیر بعد زاہد کو افاقہ ہوا اور اس نے آنکھیں کھولیں تو پوچھا، ''کیا تم نے مجھ سے کچھ کہا تھا؟'' دوست نے کہا، ''ہاں ہم نے تم پر کلمہ پیش کیا تھا، لیکن تم نے دو مرتبہ منہ پھر لیا اور تیسری مرتبہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔'' زاہد نے کہا، ''ایسا نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ کچھ دیر پہلے میرے پاس ابلیس آیا تھا، اس کے ہاتھ میں پانی ایک پیالہ تھا۔ میرے پاس کھڑے ہو کر پیالہ ہلانے لگا پھر بولا، ''پانی چاہیئے؟'' میں نے کہا، ''ہاں۔'' بولا، ''تو پھر کہو کہ عیسی (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔'' یہ سن کر میں نے اس کی جانب سے نفرت کے باعث چہرہ پھر لیا۔ لیکن یہ دوسری جانب سے آیا اور یہی مطالبہ کیا، میں نے اب کی بار بھی منہ پھر لیا، پھر یہ تیسری مرتبہ مخاطب ہوا، تو میں نے جواب دیا، ''میں یہ ہرگز نہیں کہوں گا۔'' میرے اس جواب پر اس نے پانی کا پیالہ زمین پر دے مارا اور بھاگ گیا۔

چنانچہ میں نے ابلیس کا قول رد کیا تھا، تمہاری بات کا انکار مقصود نہیں تھا۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں۔'' (مکاشفۃ القلوب۔ صفحہ ۱۴۲)

یونہی دنیا اپنی پوری زیب و زینت کے ساتھ ایمان میں خلل ڈالنے کے کوشاں نظر آتی ہے۔ فی زمانہ انسان چند ٹکوں کی خاطر اپنے ایمان کا سودا کرتا

نظر آتا ہے۔اس دشمن ایمان کی نشاندہی آج سے کم وبیش پندرہ سو سال قبل واضح الفاظ میں کردی گئی تھی۔ چنانچہ

حضرت عمرو بن عوف انصاری (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''خدا کی قسم! مجھے تمہاری محتاجی کا ڈر نہیں، بلکہ مجھے یہ ڈر ہے کہ تمہارے لئے دنیا کو اس طرح پھیلا دیا جائے، جیسا تم سے پہلے والے لوگوں کے لئے عام کردی گئی، پھر تم اس کی جانب رغبت کرنے لگو، جس طرح وہ راغب ہوئے اور ان کی طرح تم بھی ہلاک ہو جاؤ۔'' (بخاری۔ کتاب المغازی)

اور اسی طرح گناہ بھی بربادی ایمان کا سبب بن سکتے ہیں۔ کیونکہ جب انسان گناہوں پر اصرار کرتا ہے اور درمیان میں توبہ کی توفیق حاصل نہیں ہوتی ،تو اس کا دل سیاہ پڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ

رحمتِ کونین (ﷺ) کا فرمان ہے، ''جب کوئی بندہ مؤمن گناہ کرلیتا ہے،تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے،لیکن جب وہ توبہ کرلیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے طلبِ مغفرت کرتا ہے،تو اس کا قلب صاف کردیا جاتا ہے اور اگر وہ گناہ کرتا رہے (درمیان میں توبہ نہ کرے) تو یہ سیاہی بڑھتی رہتی ہے، یہاں تک اُس کا دل سیاہ پڑ جاتا ہے۔ پس یہ وہی زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی اس طرح فرمایا ہے کہ ''كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. (کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھادیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

(المطففين ۱۴)۔(ترمذی۔کتاب التفسیر القرآن)

اور پھر یہی قلبی سیاہی ایمان کو کھا جاتی ہے۔جیسا کہ

حضرتِ فضیل بن عیاض (رحمۃ اللہ علیہ) سے مروی ہے کہ آپ اپنے ایک شاگرد کے پاس پہنچے جو مرنے کے قریب تھا، آپ اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور سورۂ یٰسین تلاوت فرمانے لگے، شاگرد نے کہا کہ ''اسے پڑھنا بند کردیں۔'' آپ نے تلاوت موقوف فرما کر اسے کلمۂ طیبہ کی تلقین کی۔اس نے جواباً کہا کہ ''میں یہ کلمہ بالکل نہیں کہوں گا، میں اس سے سخت بیزار ہوں۔'' ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا دم نکل گیا۔آپ کو اپنے شاگرد کے برے خاتمے کا سخت افسوس ہوا، آپ نے سخت رنجیدگی کے باعث اپنے آپ کو گھر میں مقید کرلیا اور تقریباً چالیس دن اس کے برے خاتمے پر روتے رہے۔

چالیس دن بعد خواب میں دیکھا کہ اسی شاگرد کو فرشتے، جہنم میں گھسیٹ رہے ہیں۔آپ نے دریافت فرمایا کہ ''کس سبب سے اللہ تعالیٰ نے تجھ سے دولتِ ایمان چھین لی حالانکہ تو میرے '' صاحبِ علم اور لائق ترین شاگردوں'' میں سے تھا؟'' اس نے جواب دیا کہ ''تین عیوب کی وجہ سے،

ایک تو مجھ میں ''چغل خوری'' کا عیب تھا کہ میں اپنے ساتھیوں کو کچھ بتاتا تھا اور آپ کو اس برخلاف (تاکہ فتنہ پیدا ہو)......

دوسرا عیب یہ تھا کہ میں اپنے ساتھیوں سے ''حسد'' کیا کرتا تھا اور......

تیسرا عیب یہ تھا کہ مجھے ایک بیماری تھی، میں نے حکیم سے اس بیماری کا علاج پوچھا تو اس نے مشورہ دیا کہ ''یہ بیماری تیرا پیچھا صرف اسی وقت چھوڑے گی کہ جب تو سال میں کم از کم ایک مرتبہ ایک گلاس شراب پی لیا کرے۔'' تو میں اس کے مشورے پر ہر سال ایک گلاس شراب پی لیا کرتا تھا۔'' (منہاج العابدین)

ان چاروں دشمنوں سے اپنے ایمان کو محفوظ رکھنا یقیناً سعادت مندوں کا کام ہے۔اس کی توفیق اسی کو حاصل ہوتی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ورنہ جس پر بدبختی طاری ہوجائے، وہ نہ تو اپنے نفس کو قابو میں کرنے کے بارے میں سوچتا ہے، نہ ہی اسے شیطان کی اطاعت سے نفرت محسوس ہوتی ہے، نہ اسے دنیا سے کنارہ کشی کا خیال آتا ہے اور نہ ہی گناہوں سے دور ہونا اسے اچھا لگتا ہے۔

ہمیں بھی چاہیئے کہ خود کو سعادت مندوں میں شمار کروانے کی کوشش کریں، نہ کہ بدبختوں کا راستہ اختیار کیا جائے۔

ان چاروں دشمنوں سے محفوظ و دور رہنے کے لئے درج ذیل امور کا ہمت واستقامت سے اختیار کرنا لازم ہے۔

(۱) علم دین کا حصول:۔

اس میں خاص طور پر عقائد، ضروری شرعی احکام اور ظاہری و باطنی گناہوں کی معرفت حاصل کرنا لازم ہے۔کیونکہ شیطان کم علمی کے باعث

بے حد آسانی کے ساتھ انسان کے ایمان کو برباد کر دیتا ہے۔

(۲) اچھی صحبت:۔

کیونکہ نیک صحبت کی برکت سے اعمال خیر کی توفیق اور گناہوں پر ندامت وتوبہ کا انعام حاصل ہوتا رہتا ہے۔اوران امور کی وجہ سے شیطان ونفس کامستقل طور پر قابو پانا مشکل ہوجاتا ہے۔اس کا ظہور اس واقعے میں دیکھا جاسکتا ہے۔

منقول ہے کہ بزرگانِ دین میں سے دو اشخاص آپس میں دوست تھے۔ان میں سے ایک خواہشِ نفس کے تحت کسی کے عشق میں مبتلاء ہو گیا اور اپنے دوست سے کہا کہ ''میرا دل بیمار ہو گیا ہے،اگر تو چاہتا ہے کہ مجھ سے محبت و دوستی کا تعلق ختم کر لے تو تجھے اس کا اختیار ہے۔''اس کے دوست نے جواب دیا کہ ''معاذ اللہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ صرف ایک گناہ کی وجہ سے میں تجھ سے رشتۂ دوستی منقطع کرلوں۔''

پھراس نے پختہ ارادہ کرلیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ میرے دوست کواس گناہ سے نجات عطانہ کرے گا،میں کھانا نہ کھاؤں گا۔''اب وہ وقتاً فوقتاً اس سے پوچھتا رہتا کہ کیا حال ہے؟وہ یہی جواب دیتا کہ ''بدستور مبتلائے مرض ہوں۔''یہ دوست مسلسل کھانے سے کنارہ کش رہااور غم میں اندر ہی اندر گھلتا رہا،آخرِکاراس کا جذبۂ اصلاح،اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو گیا اور ایک دن

وہ دوست اس کے پاس آیا اور خوشخبری سنائی کہ ''الحمد للہ! اللہ عزوجل نے مجھے اس مرض سے نجات عطا کردی ہے اور میرا دل معشوق کے عشق سے متنفر ہو گیا ہے۔'' جب اس نے یہ سنا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر کھانا کھایا۔

(کیمیائے سعادت۔دوستی کا بیان)

(۳) قرآن پاک کی ترجمے کے ساتھ تلاوت:۔

کیونکہ اس کی برکت سے شیطان دور ہو جاتا ہے۔عذاباتِ الٰہی کے بارے میں پڑھ کر دل میں خوف اور اخروی انعامات پڑھ کر نیکیوں کی رغبت حاصل ہوتی ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے، ''جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جائے، اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔'' (مسلم۔کتاب صلوۃ المسافرین)

(۴) ذکر الٰہی کی کثرت:۔

کیونکہ اس کی برکت سے بھی شیطان کی گرفت کمزور ہو جاتی ہے۔منقول ہے کہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ) نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی، ''یا رب العلمین! مجھے بنی آدم کے قلب میں شیطان کے وسوسہ ڈالنے کا طریقہ کار دکھا دے۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور خواب میں یہ منظر

دکھایا کہ ایک آدمی ہے، جو شیشے کی مانند ہے کہ اس کے اندر اور باہر سب صاف نظر آرہا ہے اور شیطان ایک مینڈک کی شکل میں اس کے کندھے اور کان کے درمیان بیٹھا ہوا ہے۔ پھر اس نے اپنی طویل اور باریک سونڈ کو اس شخص کے کندھے سے داخل کر کے دل تک پہنچایا اور وساوس ڈالنا شروع ہو گیا۔ لیکن وہ شخص جب بھی ذکر کرتا، شیطان پیچھے ہٹ جاتا تھا۔'' (مکاشفۃ القلوب۔ صفحہ ۱۴۲)

اللہ تعالیٰ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے وسیلے سے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (ﷺ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دین کے لئے غلاف

اپنے دین وایمان کی حفاظت ہر مسلمان کے لئے لازم وضروری امر ہے۔ کیونکہ اخروی نجات کا دارومدار یقیناً اسی پر موقوف ہے۔ چنانچہ جو دنیا سے صاحبِ ایمان رخصت ہوا، وہ چاہے کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو، ایک نہ ایک دن ضرور جنت میں جائے گا اور جسے یہ نعمت وسعادت حاصل نہیں وہ چاہے نیک اعمال کا کتنا ہی انبار جمع کر لے، اخروی سعادت سے محرومی اس کے مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''اللہ تعالیٰ کسی ایمان والے کی نیکی کو ضائع نہیں فرماتا، دنیا میں اس کے برکت سے عطا فرماتا ہے اور آخرت میں اس کی جزاء بھی دے گا اور کافر کو اس کے نیک اعمال کے سبب دنیا میں کھلایا پلایا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب اگلے جہان میں پہنچتا ہے، تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا کہ جس کا بدلہ دیا جائے۔'' (مسلم۔ کتاب الصفۃ القیامۃ .....)

انسان جس طرح اپنے صحت ومال ومتاع وکاروبار وغیرہ کی حفاظت میں کسی قسم کی کوتاہی کا مرتکب نہیں ہوتا، اسی طرح ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کے بارے میں بھی سنجیدگی اختیار کرے۔ بلکہ ایک عقل مند پر مخفی نہ ہوگا کہ ایمان کے معاملے میں، دنیاوی نعمتوں کے مقابلے میں زیادہ احتیاط

اختیار کرنی چاہیئے، کیونکہ یہ نعمتیں عارضی طور پر راحت کا سبب واقع ہوتی ہیں ، چنانچہ اگر کسی سبب سے چھن بھی گئیں، تو عارضی نقصان ہے، جس کا تدارک آئیندہ زندگی میں یقیناً ممکن ہے۔ لیکن اس کے برعکس ایمان کے سبب ملنے والی آسائشیں دائمی ہیں اور اگر کسی وجہ سے یہ چھین لیا گیا، تو کبھی نہ ختم ہونے والے نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کے باعث چھن جانے والی نعمتیں دوبارہ کبھی بھی حاصل نہیں ہوسکتیں۔

حفاظتِ ایمان کا شعور حاصل کرنے کے بعد ان امور پر توجہ کرنا ضروری ہے کہ جن کی برکت سے دین وایمان کی حفاظت آسان ہوجاتی ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے اکابرین اسلام نے کثیر کلام فرمایا، جن میں سے ایک عظیم نصیحت درج ذیل ہے۔ چنانچہ

مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرتِ حامد لفاف (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوکر کسی نصیحت کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ''اپنے دین کے لئے ایسا ہی غلاف تیار کر لے جیسا کہ قرآنِ پاک کے لئے تیار کرتا ہے۔'' اس نے عرض کی، حضور! دین کا غلاف کیا ہے؟'' فرمایا، تین چیزیں۔

☆ سخت ضرورت کے علاوہ کلام کرنا بالکل ترک کردے۔

☆ شدید حاجت کے علاوہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر

اور... ☆ اشد مجبوری کے علاوہ مخلوق سے بالکل میل جول نہ رکھ۔

اس نصیحتِ پاک سے برکات کا وافر حصہ حاصل کرنے کے لئے ذکر کردہ تینوں امور کا علیحدہ علیحدہ جائزہ لینا بے حد ضروری ہے۔ آیئے ہم بھی یہ سعادت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ

پہلی چیز ہے، ''سخت ضرورت کے علاوہ کلام کا ترک کرنا۔

فی زمانہ زبان کا درست استعمال تقریباً مفقود ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غالباً سب سے زیادہ گناہ اسی عضو کی بناء پر سرزد ہوتے ہیں۔ مسلمان اپنی جہالت کے سبب اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ اس ننھے سے گوشت کے ٹکڑے کا غلط استعمال اُس کے لئے بربادیِ ایمان اور ناراضگیِ رحمٰن کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ لھذا ہر مسلمان خصوصاً ہماری بہنوں کو چاہیئے کہ زبان کی حفاظت کا شعور بیدار کرنے کی کوشش کریں۔

زبان کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ ''اسے ہر قسم کی حرام اور فضول گفتگو سے روکا جائے۔'' حرام گفتگو سے مراد کلماتِ کفر، غیبت، چغلی، جھوٹ، الزام تراشی، لعنت کرنا، تہمت لگانا اور اسی قسم کے حرام وممنوعہ افعال کا ارتکاب کرنا۔ اور فضول گوئی سے مراد ہر وہ گفتگو ہے کہ جس میں دنیا یا آخرت کا کوئی بھی فائدہ نہ ہو۔ جیسے کرکٹ، موسم یا لباس وغیرہ پر تبصرہ کرنا۔

زبان کی حفاظت یقیناً ایک مشکل ترین کام ہے، لیکن جس پر اللہ تعالیٰ آسان فرمادے، تو اسے اس کام میں قطعی دشواری محسوس نہیں ہوتی۔

توفیق الٰہی کے ساتھ ساتھ ایسے مسلمان بھائیوں کی صحبت میں رہنا بھی بے حد مفید ہے کہ جو اپنی زبان کی حفاظت کا حقیقی شعور رکھتے ہیں اور نہ صرف شعور بلکہ اس کے لئے عملی کوشش بھی کرتے رہتے ہیں کہ ان شاء اللہ (عزوجل) ان کو حفاظت کرتا دیکھ کر خود بھی حفاظتِ زبان کی عادت ہو جائے گی۔

اس کے علاوہ ایسی احادیثِ کریمہ پر بار بار توجہ کرنا بھی ضروری ہے کہ جس میں زبان کے غلط استعمال پر وعیدیں اور درست پر تعریفی کلمات ارشاد فرمائے گئے ہیں، تاکہ اس سلسلے میں نفس کی مزاحمت کو توڑا جا سکے۔ نیز اپنے اکابرین اسلام (رضی اللہ عنہم) کا عمل پیشِ نظر رکھنا بھی بہترین رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں چند احادیثِ مبارکہ اور واقعات درج ذیل ہیں، جن کو بغور پڑھنا نہ صرف دل میں پیدائشِ نور کا سبب بنے گا، بلکہ ثابت ہوگا کہ ہمارے اکابرین کا کلام قرآن وحدیث کی تعلیمات کا نچوڑ ہوتا تھا۔ چنانچہ

☆ حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "جو مجھے دونوں جبڑوں اور دونوں ٹانگوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان اور شرم گاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔" (بخاری۔ کتاب الرقاق)

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، "بسا اوقات بندہ اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی والا ایک کلمہ

نکالتا ہے، اسے اس کی اہمیت کا اندازہ بھی نہیں ہوتا، لیکن اس کے باعث اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے.. اور... بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والا ایک کلمہ کہہ دیتا ہے، جس کی اسے پرواہ بھی نہیں ہوتی، لیکن وہی اسے جہنم میں لے جاتا ہے۔'' (ایضاً)

☆ آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، ''کیا تم جانتے ہو کہ کون سی چیزیں لوگوں کو کثرت سے جنت میں داخل کریں گی؟ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور خوش اخلاقی ہے۔ اور کیا تم جانتے ہو کہ کون سی چیزیں لوگوں کو کثرت سے جنت میں داخل کریں گی؟ وہ منہ (یعنی زبان) اور شرمگاہ ہیں۔''

(ابن ماجہ۔ کتاب الزھد)

☆ حضرت بلال بن حارث (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ ''بندہ زبان سے بھلائی کا ایک کلمہ نکالتا ہے اور اس کی قدر و قیمت نہیں جانتا، تو اس کے باعث اللہ قیامت تک اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے۔ اور بے شک ایک بندہ اپنی زبان سے ایک برا کلمہ نکالتا ہے اور وہ اس کی حقیقت نہیں جانتا، تو اللہ عزوجل اس کی بناء پر اس کے لئے قیامت تک کی اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ (ترمذی۔ کتاب الزھد)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ ''جس نے خاموشی اختیار کی، نجات پا گیا۔''

(ترمذی۔ کتاب الصفۃ القیامۃ ....)

☆حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں، میں نے بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں عرض کی کہ "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! نجات کس چیز میں ہے؟" فرمایا، "اپنی زبان کو قابو میں رکھو، تمہارا گھر تمہارے لئے کافی ہو اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔" (ترمذی۔ کتاب الزھد)

☆حضرت علی بن حسین (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "بے کار بات کا ترک کردینا، آدمی کے اسلام کی خوبیوں سے ہے۔" (احمد۔ مسند اہل البیت)

☆حضرت سلیمان بن عبداللہ ثقفی (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں عرض کی، "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! سب سے زیادہ خوفناک چیز کیا ہے کہ جس سے آپ مجھے ڈرانا پسند فرماتے ہیں؟" آپ نے اپنی زبان اقدس پکڑ کر ارشاد فرمایا، "اسے۔"
(ترمذی۔ کتاب الزھد)

☆حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، "آدمی کا خاموشی پر قائم رہنا، اس کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔" (مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان)

☆حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں کسی نصیحت کی درخواست کی تو آپ نے ارشاد فرمایا، "لمبی خاموشی کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ یہ شیطان و بھگانے والی اور دینی

کاموں میں تمہاری مددگار ہوگی۔" (ایضاً)

☆ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، "اے ابوذر! کیا میں تمہیں دو ایسی عادتیں نہ بتاؤں کہ جو نفس پر ہلکی اور میزان پر بھاری ہیں؟" میں نے عرض کی، "کیوں نہیں۔" فرمایا، "لمبی خاموشی اور حسن اخلاق۔ اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مخلوق نے اس جیسا کوئی عمل نہیں کیا۔" (ایضاً)

☆ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، "جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے دنیا میں زہد اور کم گوئی عطا فرمائی گئی ہے، تو اس کے قریب جاؤ، کیونکہ اسے حکمت سکھائی گئی ہے۔"

(ایضاً)

☆ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سیدنا ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اپنی زبان کھینچ رہے ہیں۔ آپ نے کہا، "اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے، ٹھہریئے۔" حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا، "بے شک اس نے مجھے ہلاکت کی جگہوں تک پہنچایا ہے۔"

(مشکوۃ بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل)

☆ امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ لقمان حکیم سے پوچھا گیا، "ہم آپ کا جو مقام دیکھ رہے ہیں، آپ اس پر کس طرح پہنچے؟" انہوں نے فرمایا، "سچی بات کرنے، امانت ادا کرنے اور بیکار

گفتگو چھوڑ دینے سے۔'' (مشکوۃ بحوالہ مؤطا امام مالک)

ذکر کردہ تمام احادیثِ کریمہ واضح طور پر اشارہ کر رہی ہیں کہ زبان کی حفاظت میں ہی عافیت ہے۔اور چونکہ بیان فرمانے والی ذات، وہ ذات ہے کہ جس کی حکمت ودانائی کے بارے میں تو دشمنان اسلام بھی دل سے معترف ہیں، چنانچہ ہمیں بھی چاہیے کہ روزانہ سختی کے ساتھ محاسبہ کرتے ہوئے حرام وفضول گفتگو سے پرہیز کریں۔ان شاء اللہ عزوجل کچھ عرصے کی مسلسل محنت، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس مشکل عمل کو بے حد آسان بنادے گی۔

دوسری چیز ہے، ''شدید حاجت کے علاوہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنا۔''

عرفِ عام میں دنیا سے مراد مال ومتاع لیا جاتا ہے، لیکن حقیقۃً ہر اس چیز کو دنیا کہا جاتا ہے کہ جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کروا کر گناہوں اور بے کار کاموں میں مشغول کروانے کا سبب بن رہی ہو۔

ہم نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی ہے وہاں دنیا کی دوڑ میں آگے نکل جانے کا شوق ہر قلب پر غالب نظر آتا ہے۔جو ترکِ دنیا کی بات کرے اسے بیوقوف ونادان اور جو سرتاپا دریائے دنیا میں غوطہ زن ہو، اسے دور اندیش، ذہین اور سمجھدار جیسے القابات سے نوازا جاتا ہے۔اب دنیا سے نفرت ایک قابل تعجب بات سمجھی جاتی ہے۔

لیکن ہمارے اسلافِ کرام (رضی اللہ عنہم) قرآن وحدیث کی روشنی میں دنیا کی حقیقت سے واقف ہونے کی بناء پر اس سے نفرت اور اسے ترک کردینے میں عافیت محسوس کرتے تھے۔ یقیناً ان کا خود کو دنیا کے بجائے آخرت کی جانب مائل کرنا، اللہ عزوجل اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا کے عین مطابق تھا، لھذا سمجھدار انسان کے لئے ان کی سنت پر عمل پیرا ہونا لازم ہے، تاکہ ان کی یہ پیروی رضائے خدا و مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سبب بن جائے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ حضرت حامد لفاف (رضی اللہ عنہ) کی یہ نصیحت کس طرح قرآن وحدیث کا نچوڑ ثابت ہوتی ہے۔

حکیم اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بے شمار مقامات پر دنیا کی حقیقت وحقارت کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے، جس سے مقصود قلب امت سے حبِ دنیا دور کرنے کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اس میں موجود حکمت کسی پر مخفی نہ ہوگی کہ جب کسی چیز سے محبت ہو جائے، تو دل اس کی جانب ضرور مائل ہوتا ہے، لیکن اگر کسی سبب سے اس چیز کی نفرت دل میں بیٹھ جائے، تو وہی دل اس سے دور بھاگنے کا مشورہ دیتا ہے۔ اور کسی چیز سے نفرت میں مبتلاء کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس چیز کی ذلت وحقارت کو بیان کیا جائے۔ اور جب یہ بیان کرنے والا صادق وامین ہو تو دل اثر قبول کئے بغیر نہیں رہتا۔ چنانچہ

☆ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول

اللہ (ﷺ) نے ہم سے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں دنیا کی حقیقت نہ بتاؤں؟'' ہم نے عرض کی، کیوں نہیں۔'' تب آپ میرا ہاتھ پکڑ کر کچرے کے ایک ڈھیر پر لے گئے جس پر لوگوں کے سروں، اور بکریوں کے سروں کی ہڈیاں پڑی تھیں اور غلاظت کے ڈھیر تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ''اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! یہ سر جو تم دیکھ رہے ہو، میرے اور تمہارے سروں کی مانند تھے لیکن آج ان کی صرف ہڈیاں باقی ہیں اور یہ ہڈیاں بھی عنقریب گل کر مٹی ہو جائیں گی اور یہ غلاظت رنگ برنگ کے کھانے ہیں، جو بڑی تگ و دو سے حاصل کئے گئے تھے۔ ان کا انجام یہ ہوا کہ سب لوگ ان سے کراہت کر رہے ہیں اور کپڑوں کی دھجیاں ان شاندار کپڑوں کی ہیں جن کو ہوا اڑاتی تھی اور یہ ہڈیاں ان چار پایوں کی ہیں جن کی پشت پر سوار ہو کر لوگ دنیا کی سیر کرتے تھے۔ دنیا کی حقیقت بس یہی ہے، جو کوئی چاہتا ہے کہ دنیا پر روئے تو اس کو رونے دو کہ رونے کا ہی مقام ہے۔''

(راوی فرماتے ہیں) پس جتنے لوگ اس وقت موجود تھے، رونے لگے۔

(احیاء العلوم باب ذم الدنیا)

☆ حضرت مُسْتَوْرِد بن شدّاد (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو فرماتے ہوئے سنا، ''خدا کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسی ہے، جیسے تم میں سے کوئی دریا میں اپنی انگلی ڈالے اور دیکھے کہ اس کے ساتھ کتنا پانی آتا ہے۔'' (ترمذی۔ کتاب الزھد)

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ)

نے ارشاد فرمایا، ''دنیا اور اس میں موجود ہر چیز پر لعنت کی گئی ہے، سوائے اللہ کے ذکر کے اور جسے وہ محبوب رکھے اور عالم اور علم سیکھنے والے کے۔'' (ترمذی)

☆حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، ''اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی، تو وہ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔'' (ابن ماجہ)

☆حضرت سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''دنیا اس کا گھر ہے، جس کا کوئی گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے، جسکا کوئی مال نہ ہو اور اسے وہی جمع کرتا ہے، جس میں عقل نہ ہو۔''
(مسند امام احمد)

پھر رحمتِ کونین (ﷺ) نے اس کی حقارت کی جانب اشارہ پر ہی اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اس کی جانب میلان کا نقصان بھی ذکر فرما دیا تاکہ اگر قلب ِانسان فقط ذکرِ حقارت سے مکمل طور پر کنارہ کش ہونے کے لئے تیار نہ ہو، تو نقصان کا سن کر ہمت جمع کر لے۔ چنانچہ

☆حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوران خطبہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، ''دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔''
(مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان)

☆حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، ''آدمی کو بروزِ قیامت اس طرح لایا جائے گا گویا کہ وہ ایک بکری کا بچہ

ہے، وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں کھڑا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، ''میں نے تجھ پر عطائیں کیں، احسانات کئے اور تجھے انعامات سے نوازا، تو نے ان کا کیا کیا؟'' وہ عرض کرے گا، ''یارب! میں نے سب کو جمع کیا اور بڑھایا اور اس میں سے زیادہ تر کو چھوڑ آیا، مجھے واپس بھیج کہ اس سارے کو لے آؤں۔''

اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، ''تو دیکھ کہ تو نے آگے کے لئے کیا بھیجا؟'' وہ عرض کرے گا، ''یارب! میں نے جمع کیا، بڑھایا اور جو کچھ تھا، اس میں سے اکثر کو چھوڑ آیا ہوں، مجھے واپس بھیج کہ اس سارے کو لے آؤں۔'' جب ظاہر ہو جائے گا کہ اس نے آگے کے لئے کچھ نہ بھیجا، تو اسے جہنم کی جانب بھیج دیا جائے گا۔'' (ترمذی)

☆ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ پانی میں چلے اور اس کے پاؤں تر نہ ہوں؟'' صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کی، ''نہیں۔'' فرمایا، ''اسی طرح دنیادار گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔'' (مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان)

پھر مذمتِ دنیا کے ساتھ ساتھ اس سے دور رہنے کی تلقین اور فائدے بھی ذکر فرمائے، تاکہ نفس میں آخرت کی جانب مزید شوق بیدار ہو۔ چنانچہ

☆ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیان

فرمایا،''میں اپنی امت سے متعلق دو باتوں سے زیادہ ڈرتا ہوں،نفسانی خواہشات اور لمبی عمر کی آرزو۔ کیونکہ نفسانی خواہشات تو حق سے روک دیتی ہیں اور لمبی عمر کی آرزو آخرت کو بھلا دیتی ہے۔ یہ دنیا کوچ کر جانے والی اور آخرت کوچ کر کے آنے والی ہے۔ دونوں میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں، اگر تم سے ہو سکے تو دنیا کے بیٹے نہ بنو، کیونکہ آج تم عمل کے گھر میں ہو اور حساب نہیں ہے اور کل تم آخرت کے گھر میں ہو گے، جہاں عمل نہیں ہوگا۔'' (ایضاً)

☆ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی،''**فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام**۔()'' پھر فرمایا،''جب نور سینے میں داخل ہوتا ہے تو دل کھلتا ہے۔ عرض کی گئی،''یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا اس کی کوئی نشانی بھی ہے؟'' فرمایا،''ہاں، دنیا سے دور رہنا، ہمیشہ کے گھر کی جانب مائل رہنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔'' (ایضاً)

☆ حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا،''جو بھی بندہ دنیا سے بے رغبت ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب میں حکمت پیدا فرما دیتا ہے، جس کے ساتھ اس کی زبان کلام کرتی ہے اور اسے دنیا کے عیب، اس کی بیماریاں اور اس کی دوا دکھا دیتا ہے اور اسے سلامتی کے گھر (یعنی آخرت) کی جانب صحیح سالم نکال لیتا ہے۔'' (ایضاً)

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابن آدم سے ارشاد فرماتا ہے کہ "تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا، میں تیرے سینے کو بے نیازی سے بھردوں گا اور تیری مفلسی دور کردوں گا۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا، تو تجھے مشغول کردوں گا اور تیری مفلسی دور نہ کروں گا۔" (مسند امام احمد)

پھر آپ نے نہ صرف اس کو ترک کردینے کے فائدے ذکر کیے، بلکہ بقدرِ کفایت چیزوں کی جانب متوجہ فرما کر دیوانہ وار دنیا جمع کرنے کی عادت بد کو دور کرنے کا ارادہ بھی فرمایا ہے، چنانچہ

☆ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "وہ شخص کامیاب ہو گیا کہ جو اسلام لایا، اسے بقدر کفایت رزق دیا گیا اور جو کچھ اسے عطا کیا گیا، اس پر قناعت کی توفیق بخشی گئی۔" (مسلم)

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں کہ "بندہ میرا مال میرا مال کہتا رہتا ہے، حالانکہ اس کے مال کے تین حصے ہیں۔ ایک وہ جو کھا کر ختم کر دیا، دوسرا وہ جو راہِ خدا میں دے کر جمع کروالیا اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ جانے والا اور لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔" (مسلم)

☆حضرت ہاشم بن عُتبہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ (ﷺ) نے تاکیداً فرمایا، ''تمام مال میں سے تجھے ایک خادم اور ایک جہاد کے لئے ایک گھوڑا کافی ہے۔'' (ترمذی)

☆حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے، ''انسان کی ضرورت میں اُن کے سوا اور کچھ نہیں یعنی رہنے کے لئے گھر، ستر چھپانے کے لئے کپڑا اور پیٹ بھرنے کے لئے روٹی اور پانی۔'' (ترمذی)

☆حضرت عبید اللہ بن محصن (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ ''جو تم میں سے اس حالت میں صبح کرے کہ اپنی جان کے بارے میں بے خوف ہو، اس کا جسم ٹھیک ٹھاک ہو اور ایک دن کی روزی اس کے پاس ہو، تو گویا دنیا اس کے ساز و سامان سمیت جمع کر دی گئی۔'' (ترمذی)

☆حضرت ام الدرداء (رضی اللہ عنہ) کہتی ہیں کہ میں نے حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے کہا، ''کیا بات ہے کہ تم اس طرح مال تلاش نہیں کرتے، جیسا فلاں تلاش کرتا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا، ''میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی (یعنی اخروی منازل) ہے، بھاری بوجھ والے اس سے نہیں گزر سکیں گے۔''... چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اس گھاٹی سے ہلکے بوجھ کے ساتھ گزروں۔'' (مشکوۃ بحوالہ بیہقی)

☆حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''جب تم میں چار باتیں ہوں، تو دنیا کی باقی چیزیں نہ ملنے کا کوئی غم نہیں۔ (i) امانت کی حفاظت۔ (ii) بات کی سچائی۔ (iii) اخلاق کی خوبی۔ (iv) خوراک کی پاکیزگی۔''

☆حضرت مِقدام بن معدیکرب (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو فرماتے ہوئے سنا، ''آدمی نے پیٹ سے برا کوئی برتن نہیں بھرا، حالانکہ آدمی کے لئے چند لقمے کافی ہیں، جو اس کی پیٹھ کو قائم رکھ سکیں۔'' (ابن ماجہ)

پھر نہ صرف اپنے کلام لازوال سے رغبتِ دنیا کو دور کرنے کا ارادہ فرمایا، بلکہ اپنے عمل سے بھی اسے ثابت کردیا تاکہ امت اس سنت پر عمل کی سعادت حاصل کر کے اپنے لئے سعادتوں کے دروازے کھولنے میں دیر نہ کرے۔ چنانچہ

☆حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ) چٹائی پر آرام فرمارہے تھے۔ جب اٹھے تو دیکھا کہ جسم پر اس کے نشان پڑ چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کی، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپ حکم فرماتے، تو ہم آپ کے لئے بستر کا انتظام کردیتے؟'' آپ نے ارشاد فرمایا، ''میرا دنیا اور دنیا کا مجھ سے کیا تعلق ہے، سوائے اتنا کہ جیسے ایک سوار

درخت کے سائے میں بیٹھا، پھر چل دیا اور اسے چھوڑ گیا۔'' (مسند احمد)

☆ حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ ''میرے رب نے میرے لئے مکہ کے ریگستان کو سونا بنانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ لیکن میں نے عرض کی، ''اے میرے رب! ایسا نہ کر، بلکہ (میری خواہش ہے کہ) میں ایک روز بھوکا رہوں اور ایک روز پیٹ بھر کر کھاؤں۔ تا کہ جس دن بھوکا رہوں، تو تیری بارگاہ میں عاجزی کروں اور تجھے یاد کروں اور جس روز شکم سیر ہوں، تو تیری حمد بیان کروں اور تیرا شکر ادا کروں۔'' (مسند احمد)

یہاں تک کے بیان سے ہوسکتا ہے کہ کسی کے قلب میں یہ خیال پیدا ہو کہ نتیجہ یہ نکلا کہ ہم کاروبارِ دنیا بالکلیہ ترک کر کے گوشہ نشین ہو جائیں۔ اس سلسلے میں مؤدبانہ عرض ہے کہ اگر ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے لئے دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے کسبِ معاش وطلب حلال کیا جائے، تو اس میں کسی قسم کی ممانعت وقباحت نہیں، کیونکہ معاذ اللہ شریعت کا مقصود کسی کو محتاجی میں مبتلاء کروا کر دستِ سوال دراز کرنے کی جانب مائل کرنا نہیں، بلکہ غفلت میں مبتلاء ہونے سے محفوظ رکھنا اور آخرت کی تیاری کی جانب مائل کرنا مطلوب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رحمتِ عالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''جو دنیا کو حلال طریقے سے تلاش کرے تا کہ سوال سے بچے، اپنے اہل وعیال کی ضرورت پوری

کرے اور اپنے ہمسائے پر احسان کرے، تو بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے یوں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا ہوگا اور جو دنیا کو حلال طریقے سے تلاش کرے، لیکن مقصود مال بڑھانا، فخر کرنا اور دولت مندی دکھانا ہو، تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا۔''

(مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان)

اور...

تیسری چیز ہے، ''اشد مجبوری کے علاوہ مخلوق سے بالکل میل جول نہ رکھنا۔''

دین کی حفاظت کے سلسلے میں مذکورہ نصیحت کا یہ حصہ بھی بے حد قبلِ غور اور لائق عمل ہے۔ کیونکہ مخلوق سے کثرتِ میل جول کے بعد انسان کا کم از کم ان چھ نقصانات سے محفوظ رہنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔

(i) ذکر و فکر کے لئے فراغت کا نہ ملنا:۔

یہ عام مشاہدہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ میل جول رکھنے والا نہ تو نماز و تلاوتِ قرآن وغیرہ عبادات کے لئے وقت نکال پاتا ہے اور نہ ہی اس کا ذہن امورِ آخرت کے بارے میں سوچ بچار کے لئے فارغ رہتا ہے۔ بلکہ یہ میل جول تو پابندِ عبادت و فکر کو بھی ان نعمتوں سے دور کروا دیتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہمارے اکابرین جلوت سے زیادہ خلوت کو محبوب رکھا کرتے تھے۔

☆ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے پاس سے گزرا جو کسی بحث ومباحثہ میں مشغول تھی اور ایک شخص ان سے دور ہٹ کر بیٹھا ہوا تھا، میں نے اس کے پاس جا کر گفتگو کرنی چاہی، تو اس نے کہا، ''میں ذکر الٰہی میں مصروف رہنے کو تجھ سے گفتگو کرنے سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔'' میں نے پوچھا، ''تم یہاں اکیلے بیٹھے ہو؟'' اس نے کہا، ''اس نے کہا میں اکیلا نہیں بلکہ میرے ساتھ میرا رب اور کراماً کاتبین بھی ہیں۔'' پھر میں نے پوچھا، ''ان بحث کرنے والوں میں سے بہتر کون ہے؟'' اس نے کہا، ''جسے اللہ عزوجل نے بخش دیا ہو۔'' میں نے سوال کیا، ''سیدھی راہ کون سی ہے؟'' تو اس نے ہاتھ سے آسمان کی جانب اشارہ کیا اور کھڑا ہو کر ایک جانب یہ کہتا ہوا چل پڑا، ''الٰہی! تیری اکثر مخلوق مجھے تیرے ذکر سے غافل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔'' (منہاج العابدین۔ صفحہ ۵۶)

☆مروی ہے کہ کسی نے حضرت خواجہ حسن بصری (رضی اللہ عنہ) کو بتایا کہ ''یہاں ایک شخص ہے جو ہمیشہ ستونوں کے پیچھے بیٹھا رہتا ہے۔'' فرمایا، ''جب وہ بیٹھا ہو تو مجھے بتانا۔'' لوگوں نے ایک مرتبہ اس شخص کی موجودگی کی اطلاع دی۔ آپ اس کے پاس پہنچے اور دریافت فرمایا، ''اے شخص تو یہاں اکیلا بیٹھا ہے، لوگوں کے ساتھ مل کر کیوں نہیں بیٹھتا؟'' اس نے کہا، ''میں ایک عظیم کام میں مصروف ہوں، جس نے مجھے لوگوں سے علیحدہ کر دیا ہے۔'' آپ نے

پوچھا، ''تو حسن بصری پاس جا کر اس کا وعظ کیوں نہیں سنتا؟''

اس نے جواب دیا کہ ''اسی عظیم کام نے مجھے حسن بصری ارد یگر لوگوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔'' آپ نے دریافت فرمایا، ''وہ عظیم کام کیا ہے؟'' اس نے کہا، ''کوئی وقت ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی نعمتوں سے نہ نوازتا ہو اور میں ان کی کوئی نافرمانی نہ کرتا ہوں، اس لئے اس کی نعمتوں کے شکر اور اپنے گناہوں سے استغفار میں رہتا ہوں، چنانچہ حسن بصری اور دیگر لوگوں کے پاس بیٹھنے کے لئے بالکل فراغت نہیں۔'' یہ سن کر آپ نے عاجزانہ طور پر ارشاد فرمایا، ''تو اپنی جگہ بیٹھا رہ کہ تو حسن سے زیادہ فقیہہ و عالم ہے۔'' (کیمیائے سعادت۔ صفحہ ۳۶۴)

☆ حضرت فضیل بن عیاض (رضی اللہ عنہ) کہا کرتے تھے، ''جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے، تو میں خوش ہو جاتا ہوں کہ صبح تک اپنے رب کے ساتھ تنہائی میں بیٹھوں گا اور جب دن طلوع ہوتا ہے تو غمگین ہوتا ہوں کہ لوگ مجھے خدائے تعالیٰ سے باز رکھیں گے۔'' (ایضاً)

(ii) مختلف ظاہری و باطنی گناہوں، مثلاً غیبت، چغلی، جھوٹ، ریاکاری، حسد، تکبر، نفاق وغیرہ کا شکار ہو جانا:۔

یہ عام دیکھا جا سکتا ہے کہ لوگوں کے درمیان بے جا رہنے والا کبھی کسی کی برائی، تو کبھی دوسروں کے عیب بیان کر رہا ہوتا ہے۔ اگر بیان نہیں کرتا، تو کم از کم سننے پر مجبور تو ضرور ہوتا ہے۔ یوں ہی باطنی ذکر کردہ گناہ بھی اس پر مسلط

رہتے ہیں۔ نیز منافقت کا تعلق بھی میل ملاپ سے ہی مضبوط ہوتا ہے۔

☆ حضرت فضیل ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ آپ نے دریافت کیا، "تم کس کام کے لئے آئے ہو؟" اس نے عرض کی، "آپ سے آرام حاصل کرنے اور آپ کی زیارت سے انس پانے کے لئے۔" آپ نے فرمایا، "خدا کی قسم! یہ بات نفرت و وحشت کے زیادہ قریب ہے کہ تو میرے پاس فقط اس لئے آیا ہے کہ تو میری جھوٹی مداح کرے اور میں تیری اور تو مجھ پر کوئی جھوٹ باندھے اور میں تجھ پر اور جب تو لوٹے تو ہم دونوں منافق ہو چکے ہوں۔" (کیمیائے سعادت۔ صفحہ ۳٦٦)

(iii) لڑائی جھگڑا و فتنہ فساد میں مبتلاء ہو جانا:۔

یہ تمام مسائل بھی مخلوق سے بے جا اختلاط کا نتیجہ ہیں، علحیدگی اختیار کرنے والا ان سے محفوظ رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو العاص (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "جب لوگوں کو آپس میں دشمنی، عداوت، اختلاف وانتشار میں مشغول دیکھو، تو اپنے گھر سے باہر نہ نکلو، اپنی زبان کی حفاظت کرو، جو کچھ جانتے ہو اس پر عمل کرو، جس بات کا علم نہ ہو اس سے دور رہو، اپنے کام سے کام رکھو اور دوسروں کے کاموں سے ہاتھ اٹھالو۔"

(منہاج العابدین۔ دوسری رکاوٹ کا بیان)

(iv) لوگوں کے شر سے محفوظ نہ رہنا۔ مثلاً ان کی جانب سے غیبت یا حسد وغیرہ کا شکار ہو جانا:۔

جو لوگوں کے درمیان رہنے کا زیادہ شوقین ہوگا، ان کی جانب سے پہنچنے والی باتوں کا رنج وغم اس کا مقدر بن جائے گا۔ جس کی بناء پر عبادات میں لازمی طور پر رکاوٹ محسوس ہوگی۔ کیونکہ جب انسان کا ذہن پریشان ہو تو کسی بھی کام میں دل نہیں لگتا۔۔ پھر یقیناً کسی کی جانب سے کی گئی غیبت یا لگائے گئے الزام کا جواب دینے میں بھی کافی وقت صرف ہوگا اور یوں کئی مسائل چاوروں طرف سے گھیر لیں گے۔

☆ ایک بزرگ ہمیشہ قبرستان میں تنہا بیٹھے نظر آتے تھے۔ کسی نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی، تو ارشاد فرمایا، ''میں نے محفوظ رہنے کے سلسلے میں تنہائی سے بہتر کسی چیز کو نہ پایا اور نہ ہی قبر کی طرح کوئی نصیحت کرنے والا اور نہ اپنے اعمال کی جانب دیکھتے رہنے سے اچھا کوئی ساتھی۔''

(کیمیائے سعادت۔۳۷۲)

(v) لوگوں کی نعمتوں کو دیکھ کر قلب میں دنیا طلبی کا لالچ پیدا ہونا.. یا.. اپنے پاس موجودہ نعمتوں کو حقیر جاننا:۔

مذکورہ امور بھی مخلوق کے درمیان رہنے کی برکات سے مالا مال ہیں۔ بار بار احساس کمتری میں مبتلاء ہونا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر سمجھنا اس وقت ہوتا

ہے کہ جب انسان دوسروں کے درمیان رہ کران کے اور اپنے نعمتوں کا موازنہ کرتا ہے۔

مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ”جو شخص دنیا کے ساز وسامان میں تم سے بڑھ کر ہے، اس کی جانب نہ دیکھو، کیونکہ اس طرح جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں، تمہاری نگاہ میں حقیر ہو جائیں گی۔“ (احیاء العلوم)

(vi) فساق وفجار و ناپسندیدہ لوگوں کو دیکھنے کی وجہ سے طبیعت پر بوجھ طاری ہو جانا:۔

نفیس و پاکیزہ طبیعت رکھنے والا اور علم دین کی دولت سے مالا مال شخص، مخلوق سے بے جا میل جول کا ایک نقصان یہ بھی برداشت کرتا ہے کہ اس کے قلب پر گناہ گاروں اور فضولیات میں لذت کا سامان ڈھونڈنے والوں کو دیکھ کر ایک بوجھ طاری ہو جاتا ہے، جس کے باعث قلبی نورانیت میں بے حد کمی واقع ہو جاتی ہے۔

حکیم جالینوس کا قول ہے کہ ”جس طرح جسم کو بخار ہوتا ہے، اسی طرح روح کو بھی بخار ہوتا ہے اور اس کا بخار ناپسندیدہ لوگوں کو دیکھنا ہے۔“

(کیمیائے سعادت۔۳۷۳)

لھذ ہر مسلمان بھائی اور بہن کو چاہیئے کہ حتی الامکان لوگوں سے دور رہنے کی کوشش کریں۔ اگر ملیں تو کسی نہ کسی صحیح غرض ومقصد سے اور جب وہ

مقصد پورا ہو جائے تو فضول بیٹھنے سے احتراز کریں۔ دوران حصول مقصد بھی اپنے ظاہر و باطن کی حفاظت کا خوب دھیان رکھنا ضروری ہے۔

اسی قسم کے نقصانات سے بچانے کے لئے حکیم اعظم (ﷺ) نے مخلوق سے دور رہنے کا مشورہ عنایت فرمایا ہے۔ چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ ''ہم ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر تھے۔ فتنوں کا ذکر ہو رہا تھا، تو آپ نے ارشاد فرمایا، ''جب تم دیکھو کہ لوگ وعدہ خلافی میں مبتلاء ہو گئے، امانت میں خیانت کرنے لگے اور لوگوں میں بے جا میل جول بڑھ جائے (اور بے جا اختلاط کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال دیں) تو اس وقت شدید ضرورت کے علاوہ گھر سے باہر نہ نکلنا، اپنی زبان کو قابو میں رکھنا، نیکی کا حکم کرنا، برائی سے روکنا، خاص لوگوں کے معاملات کو اختیار کرنا اور عام لوگوں کی عادات کو ترک کر دینا۔'' (ابوداؤد۔ کتاب الملاحم)

لیکن یہاں دو باتیں ضرور پیش نظر رہیں۔

(۱) اگر نیک لوگوں کی صحبت میسر آئے تو ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزرنے کی کوشش کریں کہ مذکورہ نقصانات سے بچنے کے ساتھ آخرت کی جانب قلبی میلان میں بھی بے حد مدد ملے گی۔ رحمتِ کونین (ﷺ) کی جانب سے یہی تعلیم ارشاد فرمائی گئی ہے، چنانچہ

حضرت عمران بن حطان (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہیں سیاہ کمبل لپیٹے مسجد میں تنہا بیٹھے ہوئے پایا۔ مین نے عرض کی، ''اے ابوذر! یہ تنہائی کیسی؟'' فرمایا، ''میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے کہ برے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے اور اچھا ساتھی تنہائی سے بہتر ہے۔ اچھی بات کہنا خاموش رہنے سے بہتر ہے اور خاموش رہنا بری بات کہنے سے بہتر ہے۔'' (مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان)

(۲) جو مسلمان بھائی اور بہنیں تبلیغ دین کا فریضہ باقاعدگی سے سرانجام دینے کی سعادت حاصل کر رہے ہوں، ان کے لئے اپنے باطنی محاسبے کے ساتھ مخلوق کے درمیان رہنا ہی ضروری ہے۔ کیونکہ ایسے حضرات کا کنارہ کش ہو جانا دین کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے گا۔

امام غزالی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ''جو لوگ دین کے اعتبار سے لوگوں کے رہنما ہوں، خلاف شرع امور کی تردید، اثبات حق میں مشغول اور اپنے قول و فعل سے تبلیغ دین میں مشغول ہوں، تو ایسے حضرات کو کنارہ کش ہونے کی اجازت نہیں، بلکہ ایسے حضرات پر لازم ہے کہ عام لوگوں کے درمیان رہ کر دین کی نشر و اشاعت کریں۔ مخالفین اسلام اور فرق باطلہ کے شبہات کے جوابات دیں اور احکام الٰہیہ کے پھیلانے اور واضح کرنے میں ہمہ تن مشغول رہیں۔

استاد ابوبکر بن فورک (رحمۃ اللہ علیہ) کے متعلق منقول ہے کہ جب آپ

عبادت کی غرض سے لوگوں سے علیحدہ ہو کر پہاڑوں میں پہنچ گئے، تو ایک آواز دینے والے نے غیب سے آواز دی، ''اے ابو بکر! جب تو مخلوق کے لیئے اللہ تعالیٰ کی دلیل و حجت ہے، تو انہیں چھوڑ کر یہاں کیوں آ گیا ہے؟'' (منہاج العابدین۔٦٦)

اللہ تعالیٰ کے ایسے منتخب افراد کو چاہیئے کہ لوگوں کی اصلاح میں اپنی تمام کوششوں کو صرف کرنے میں ہی سعادت سمجھیں اور ان کی جانب سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کریں۔ ان شاء اللہ (عزوجل) اس کا اجر و ثواب کنارہ کشی سے بھی زیادہ حاصل ہوگا۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''جو مسلمان لوگوں سے مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرتا ہے، وہ اس سے افضل ہے جو لوگوں سے نہ ملے اور ان کی جانب سے آنے والی تکلیفوں پر صبر نہ کرے۔'' (ترمذی)

اللہ تعالیٰ مذکورہ نصیحت پر عمل پیرا ہونے کی سعادت مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اللہ کا خزانہ

ہم عام انسان، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے سامنے عقلی اعتبار سے ایک بچے کی مانند ہیں کہ جیسے ایک بچہ اپنے ماں باپ کی طرف سے اپنے لئے کئے گئے خلافِ مرضی کئی فیصلے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے، کیونکہ اسے ان میں موجود حکمت کا اندازہ نہیں ہوتا، بالکل اسی طرح عقل انسانی، اللہ تعالیٰ اور اسکے حبیب (ﷺ) کے کئے گئے فیصلوں میں پوشیدہ حکمت کا اندازہ کرنے سے قاصر رہتی ہے اور اپنے قصور کو ماننے کے بجائے ان فیصلوں کے بارے میں شکوہ شکایت کا شکار ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ بظاہر اس کے خلاف نظر آنے والے یہ فیصلے مکمل طور پر اس کے حق میں کئے گئے ہیں، تو یقیناً اسے اپنی طرزِ سوچ پر ندامت محسوس ہوگی۔ کسی حکیم نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے ایک حکیمانہ کلام کیا ہے، ہمیں بھی چاہیئے کہ اس قول مبارک کو سابقہ تمہید کے اعتبار سے دیکھیں، تاکہ ندامت اور بے جا جرأت سے محفوظ رہ سکیں۔ چنانچہ

کسی حکیم کا قول ہے کہ ''تین چیزیں اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ چیزیں اسی کو عطا فرماتا ہے، جسے محبوب رکھتا ہے۔

(۱) غریبی۔ (۲) مرض۔ (۳) صبر و تحمل۔

سبحان اللہ (عزوجل)! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جن امور کو ہماری

اکثریت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی ہے،اس حکیم نے اسے اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے قرار دیا ہے۔وجہ وہی ہے کہ جو ذکر کر دی گئی کہ ہمارے محدود سوچ ان امور میں پوشیدہ حکمت کا اندازہ کرنے سے قاصر ہے،لھذا غریبی ہو یا مرض یا کوئی ایسا خلاف مرضی کام کہ جس میں صبر کرنا ہمارے لئے مفید ثابت ہوسکتا ہے،ہمیں سخت برا محسوس ہوتا ہے اور ہماری زبانیں ناپسندیدگی کا اظہار کرنے میں پیش پیش نظر آتی ہیں۔

ان تینوں امور میں اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ حکمتوں کا اندازہ کرنے کے لئے علحیدہ علحیدہ غور وتفکر بے حد ضروری ہے۔چنانچہ

پہلی ذکر کردہ چیز غریبی ہے۔ہمارے ہاں غریب اسے کہا جاتا ہے کہ جس کے پاس دنیاوی تقاضوں کے اعتبار سے مادی اشیاء کی کمی نظر آئے۔فی زمانہ اسے ایک عیب اور انسان کا معیار مقرر کرنے کے سلسلے میں بہت بڑی علامت قرار دیا جاتا ہے۔غریب خود نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے محبوب رکھنے کی بناء پر اس تنگدستی میں مبتلاء فرمایا ہے،چنانچہ اس کی وجہ سے شدید احساس کمتری اور کثیر شکوہ شکایت میں مبتلاء نظر آتا ہے۔

کاش!اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کی یہ خوبی عیب نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔اس پر شکوہ شکایت نہیں، بلکہ سجدہ شکر ادا کرنا چاہیئے تھا۔اس کی وجہ سے احساس کمتری نہیں، بلکہ اطمئنان قلب محسوس کرنا چاہیئے ۔اس کی بناء پر سر

جھکا کر نہیں ، بلکہ سر اٹھا کر چلنا چاہیئے ۔ اس پر طعنہ زنی کرنے والے سمجھ دار نہیں، بلکہ پرلے درجے کے بیوقوف ہیں ۔اس سے نفرت نہیں ، بلکہ بے حد محبت رکھنی چاہیئے ۔

ہمارے اکابرین اس بات کو بخوبی جانتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کہا کرتے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر لعنت فرماتا ہے کہ جو غریبی و مفلسی کی وجہ سے کسی کو حقیر جانے اور مالداری کے باعث دوسرے کو عزیز رکھے۔'' (کیمیائے سعادت۔۷۹۴)

اور منقول ہے کہ حضرت سفیان ثوری کی مجلس کے سوا کسی کی مجلس میں مالداروں کو حقیر نہیں سمجھا جاتا تھا، کیونکہ آپ ایسے حضرات کو آگے نہیں آنے دیتے تھے، بلکہ ان کو آخری صف میں جگہ دیتے تھے۔'' (ایضاً۔۷۹۵)

اور کہا جاتا ہے کہ ''ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادھم (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں ہزار درہم لے کر حاضر ہوا اور بے حد خوشامد و التجاء سے قبولیت کی درخواست کی، لیکن آپ نے وہ درہم نہ لئے اور فرمایا، ''میں نہیں چاہتا کہ اس رقم کے باعث اپنا نام فقیروں کی فہرست سے خارج کروالوں، میں ایسا کام ہرگز نہیں کرسکتا۔'' (ایضاً۔۷۹۵)

اور بیان ہوا کہ ''کسی شخص نے حضرت بشر حافی (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں اپنی عیال داری اور تنگدستی کا ذکر کرکے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے

جواباً فرمایا، ''جب تمہاری بیوی تم سے آٹے اور دال کا مطالبہ کرے اور تم بوجہ مفلسی یہ چیزیں نہ لاسکو، تو اس وقت تم میرے حق میں دعا کرنا کہ ایسے وقت میں تمہاری دعا میری دعا سے بہتر ہوگی۔'' (ایضاً۔۷۹۸)

لیکن ہمارے۔لئے مذکورہ جذبات واحساسات اسی وقت حقیقت کا روپ دھار سکیں گے کہ جب اس خوبی میں موجود فائدوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں جاننے کی کوشش کی جائے۔آیئے ہم بھی ان انعامات کا جائزہ لینے کی سعادت حاصل کریں۔

ان میں سے ایک آخرت کے حساب وکتاب میں آسانی ہے۔جیسا کہ

حضرت محمود بن لبید (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''آدمی دو چیزوں کو ناپسند کرتا ہے (حالانکہ وہ اس کے لئے نفع بخش ہیں) وہ موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت مؤمن کے لئے فتنے میں مبتلاء ہونے سے بہتر ہے۔اور وہ مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی میں حساب کی آسانی ہے۔'' (احمد۔باقی مسند الانصار)

دوسرا دخول جنت میں سبقت لے جانے کے انعام سے نوازا جانا ہے۔جیسا کہ

حضرت عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ تین آدمی عبداللہ بن عمرو (رضی

اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں بھی وہاں حاضر تھا۔انہوں نے عرض کی، ''اے ابومحمد! خدا کی قسم ہم کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے، ہمارے پاس خرچ، سواری اور دیگر سازوسامان وغیرہ کچھ بھی نہین ہے۔'' آپ نے ان سے فرمایا، ''تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم ہماری طرف لوٹنا چاہتے ہو، تو جو اللہ تعالیٰ ہمیں میسر فرمائے تمہیں دے دیں گے اور اگر چاہو تو ہم تمہارا ذکر سلطان کے سامنے کر دیتے ہیں اور اگر چاہو تو صبر کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو فرماتے سنا ہے، ''فقراء مہاجرین بروزِ قیامت مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت کی جانب بڑھ جائیں گے۔'' یہ سن کر انہوں نے عرض، ''بے شک ہم صبر کرتے ہیں اور اب کسی چیز کا سوال نہ کریں گے۔'' (مسلم۔کتاب الزھد)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔فقراء مہاجرین کا ایک گروہ بھی قریب تھا کہ اتنے میں رسول اللہ (ﷺ) تشریف لائے اور ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ میں بھی اٹھ کر ان کے پاس چلا گیا۔رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''فقراء مہاجرین کو وہ چیز مبارک ہو، جس سے ان کے چہرے کھل جاتے ہیں کہ وہ جنت میں امیروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔'' میں نے دیکھا کہ ''ان حضرات کے رنگ نکھر گئے۔کاش! میں بھی ان میں سے ہوتا۔'' (دارمی۔کتاب الرقاق)

نیز حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول

اللہ (ﷺ) نے فرمایا، ''میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا،تو میں نے اس میں داخل ہونے والے زیادہ تر غریب و مسکین دیکھے اور دیکھا کہ دولت مندوں کو روک دیا گیا ہے، ماسوائے ان کے جنہیں جہنم میں ڈالنے کا حکم دے دیا گیا۔''
(بخاری۔ کتاب الرقاق)

اور حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''غریب لوگ جنت میں امیروں سے پانچ سو برس پہلے جائیں گے۔'' (ترمذی۔ کتاب الزھد)

تیسرا حبیبِ کبریا (ﷺ) کا محبوب ہوجانا ہے اور جس سے رحمتِ کونین (ﷺ) محبت فرمائیں، اس کی خوش بختی کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟.... کیونکہ آپ کا فرمان عالیشان ہے، ''اَلْمَرْءُ مَعْ مَنْ اَحَبَّ۔ یعنی مرد اس کے ساتھ ہوگا، جس سے اس نے محبت کی۔'' (بخاری۔ کتاب الادب)

چنانچہ

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ ''ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ) نے دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکینی کی حالت مین وفات دینا اور میرا حشر مسکینوں کے گروہ میں کرنا۔'' یہ دعا سن کر سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی، ''یارسول اللہ (رضی اللہ عنہ)! آپ نے یہ دعا کیوں فرمائی؟'' آپ نے ارشاد فرمایا، ''بے شک وہ امیروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ اے عائشہ! کسی مسکین کو خالی نہ لوٹانا، اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی

میسر آئے۔ مسکینوں سے محبت کرنا اور ان کو نزدیک رکھنا، تو اللہ تعالیٰ قیامت میں تمہیں اپنا قرب عطا فرمائے گا۔'' (ترمذی۔کتاب الزھد)

☆ حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، '' مجھے اپنے کمزوروں میں تلاش کیا کرو، بے شک تم اپنے کمزوروں کے باعث مدد اور روزی دئے جاتے ہو۔'' (ابوداؤد۔کتاب الجہاد)

☆ حضرت امیہ بن خالد (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) فقراء مہاجرین کے وسیلے سے دعا مانگا کرتے تھے۔'' (مشکوۃ بحوالہ رزین)

☆ حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میرے خلیل (ﷺ) نے مجھے سات باتوں کا حکم فرمایا۔ مجھے حکم دیا کہ میں غریبوں سے محبت رکھوں اور ان کے قریب رہوں۔ اور مجھے حکم دیا کہ اپنے سے کم حیثیت والے کی طرف دیکھوں اور اپنے سے زیادہ حیثیت والے کی جانب نہ دیکھوں۔ اور حکم فرمایا کہ صلہ رحمی کروں، اگر رشتہ دار پیٹھ دکھائیں۔ اور حکم فرمایا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں۔ اور حکم فرمایا کہ سچی بات کہوں اگرچہ کڑوی ہو۔ اور حکم فرمایا کہ اللہ عزوجل کے کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کروں۔ اور حکم فرمایا کہ '' **لاحول ولاقوۃ الا باللہ** '' کثرت سے کہاں کروں، کیونکہ یہ کلمات عرش کے نیچے والے خزانے سے ہیں۔ (احمد۔مسند الانصار)

چوتھا وہی کہ جسے مذکورہ قول میں ذکر کردیا گیا کہ ایسا شخص اللہ عزوجل کا

محبوب ہو جاتا ہے۔ یہ مضمون احادیثِ کریمہ سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ

☆ حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''اللہ تعالیٰ اس بندے کو محبوب رکھتا ہے، جو مؤمن، فقیر، سوال سے بچنے والا اور بال بچے دار ہو۔'' (ابن ماجہ۔ کتاب الزھد)

☆ اور حضرت قتادہ بن نعمان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، ''جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت فرماتا ہے، تو اسے دنیا سے اسی طرح بچاتا ہے جیسے تم اپنے بیمار کو پانی سے بچاتے ہو۔''
(ترمذی۔ کتاب الطب)

☆ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا گزر ایک شخص پر سے ہوا، جو اینٹ پر سر رکھے سو رہا تھا۔ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ الٰہی! دیکھ، تیرا یہ مال بندہ کس حال میں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ''اے موسیٰ! کیا تو نہیں جانتا کہ میں جس کی جانب زیادہ متوجہ ہوتا ہوں، اس کو دنیا سے الگ تھلگ کر دیتا ہوں۔'' (کیمیائے سعادت۔۷۹۳)

☆ مروی ہے کہ کسی نبی (علیہ السلام) کا گزر ایک دریا پر سے ہوا۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہاں دو شخص مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ ایک نے اللہ عزوجل کا نام لے کر جال ڈالا، لیکن کوئی مچھلی نہ پھنسی۔ جبکہ دوسرے نے شیطان کا نام لے کر جال ڈالا، تو بہت سی مچھلیاں پھنس گئیں۔ آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی، ''یارب! مجھے یقین ہے کہ یہ تیری ہی جانب سے ہے، لیکن اس میں کیا حکمت

ہے، یہ مجھے بھی بتا دے۔" اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو دونوں مچھیروں کا اخروی ٹھکانہ دکھادو۔ ان نبی (علیہ السلام) نے دیکھا کہ اللہ کا نام لینے والے کے جنت اور دوسرے کے لئے دوزخ تھی۔ عرض کی، "الٰہی ! اب تسلی ہوگئی۔"

(کیمیائے سعادت۔۷۹۳)

اس واقعے سے مراد یہی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی نعمتوں سے دور رکھ کر جنت میں ٹھکانہ عطا فرماتا ہے، جب کہ کفار کو ان کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی عطا فرما دیتا ہے۔

پانچواں یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسے حضرات کی برکت سے دوسروں کو روزی عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ

حضرت مصعب بن سعد (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) نے ایک مرتبہ محسوس کیا کہ انہیں دوسروں پر (سازوسامان کے اعتبار سے) فضیلت حاصل ہے، تو رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "تم اپنے کمزور لوگوں کے باعث ہی مدد اور روزی دئے جاتے ہو۔" (بخاری۔ کتاب الجہاد والسیر)

چھٹا یہ کہ یہ وہ وصف ہے کہ جسے رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل رہا۔ جیسا کہ

حضرت قتادہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ حضرت انس (رضی اللہ عنہ)، جو کی روٹیاں اور چربی لے کر بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں حاضر ہوئے اور رسول

اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ منورہ میں اپنی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھوائی ہوئی تھی اور اس سے اپنے گھر والوں کے لئے جو لئے تھے اور میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا، ''آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس حالت میں شام نہیں کی کہ ان کے پاس ایک صاع[1] کوئی غلہ ہو، جب کہ آپ کی نو (۹) ازواج مطہرات تھیں۔'' (بخاری۔ کتاب البیوع)

اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہوا، تو آپ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، اس پر کوئی بھی بستر نہ بچھا تھا، جس کے باعث آپ کے جسم مبارک پر نشان پڑ گئے تھے۔ اور آپ نے ایک چمڑے کے تکیے سے ٹیک لگائی ہوئی تھی، جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ میں عرض گزار ہوا کہ ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے لئے وسعت فرمائے، کیونکہ فارس و روم والوں کے لئے وسعت دی گئی ہے، حالانکہ وہ اللہ عزوجل کی عبادت نہیں کرتے۔'' آپ نے ارشاد فرمایا، ''اے عمر! یہی کافی ہے، وہ ایسے لوگ ہیں کہ انہیں دنیا کی زندگی میں ہی ان کا حصہ جلدی دے دیا گیا ہے۔'' اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا اور ہمارے لئے آخرت ہو۔''

(بخاری۔ کتاب المظالم والغصب)

لیکن خوب دھیان رہے کہ ہمارے پیارے آقا، مدنی مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

[1]:۔ یعنی ساڑھے چار سیر

کا قناعت کو شرف عطا فرمانا اختیاری تھا، چنانچہ

☆ حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ، ''میرے رب نے میرے لئے مکہ کے ریگستان کو سونا بنانے کے لئے ارشاد فرمایا۔لیکن میں نے عرض کی، ''اے میرے رب! ایسا نہ کر، بلکہ (میری خواہش ہے کہ) میں ایک روز بھوکا رہوں اور ایک روز پیٹ بھر کر کھاؤں۔تاکہ جس دن بھوکا رہوں، تو تیری بارگاہ میں عاجزی کروں اور تجھے یاد کروں اور جس روز شکم سیر ہوں، تو تیری حمد بیان کروں اور تیرا شکر ادا کروں۔''

(مسند احمد)

اگر عقلی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو غریبی بے شمار فوائد کا سبب بنتی ہے۔مثلاً

مال چوری ہونے کا غم نہیں رہتا، دوسروں کی جانب سے حسد سے محفوظ رہتا ہے، تکبر قریب نہیں آتا، بخل سے نجات رہتی ہے، صبر کرنے کا موقع ملتا ہے ،تنگدستی کے اس خوف سے بے نیاز ہو جانا کہ جسکے باعث مالداروں کی راتوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں وغیرہ غیرہ۔

لیکن اس مقام پر یاد رہے کہ ان فضائل کے بیان کا مقصد موجودہ تنگدستی پر زبان کو شکوہ شکایت سے بچانا اور دل کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رکھنا ہے۔یہ مطلوب نہیں کہ اپنے گھر کا تمام ساز وسامان صدقہ کر کے خالی ہاتھ اور دوسروں کا محتاج بن کر بیٹھ جایا جائے۔

رحمتِ کونین (ﷺ) کا فرمان عالیشان ہے کہ ''اوپر والا (یعنی دینے والا) ہاتھ نیچے والے (یعنی لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔'' (بخاری۔ کتاب المغازی)

دوسری مذکورہ شے مرض ہے۔ عموماً امراض کو بھی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ تا حیات کوئی بھی بیماری میری جانب متوجہ نہ ہو۔ اگر کبھی بیمار ہو جائیں، تو زبان پر شکر نہیں، بلکہ اکثر بے صبری کے کلمات جاری ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہماری اکثریت یہ نہیں جانتی کہ بیماری کی آمد ہم سے کچھ لے کر نہیں جاتی، بلکہ ہمیں رحمتِ الٰہی اور دیگر انعامات سے مالا مال کر جاتی ہے۔

اس سلسلے میں شکوہ شکایت سے محفوظ رہنے کی نیت سے چند فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

گناہوں کا کفارہ:۔

پہلا یہ کہ یہ بیماریاں انسان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، میرے عزت وجلال کی قسم، میں دنیا میں کسی کو نہیں اٹھاتا مگر جس کی بخشش کا میں نے ارادہ کیا ہوتا ہے، یا تو اس کو بیماری میں مبتلاء کر کے یا اس کے رزق میں تنگی کر کے اس کے تمام گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہوں۔

(مشکوۃ بحوالہ رزین)

☆ حضرت علی بن زید جناب امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے معلوم کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کچھ بتائیں،

''اِنْ تُبْدُوْا مَافِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ. (اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ، اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔ (البقرۃ ۲۸۴)'' اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہ ''مَنْ یَّعْمَلْ سُوْءً ا یُّجْزَ بِہٖ۔ (جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔ (النساء ۱۲۳)''

تو آپ نے ارشاد فرمایا، ''میں نے اس بارے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا تھا، اس وقت سے اب تک کسی نے مجھ سے اس سلسلے میں سوال نہیں کیا۔'' پھر فرمایا، ''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا کہ یہ بندے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے عتاب ہے، جس میں وہ بندے کو بخار یا کسی اور پریشانی میں مبتلاء کرتا ہے یہاں تک کہ مال میں سے کچھ چیز جس کو وہ اپنی آستین میں رکھتا ہے اور وہ گم ہو جاتی ہے تو اس پر اظہار افسوس کرتا ہے یہاں تک کہ بندہ اپنے گناہوں سے اس طرح صاف ہو جاتا ہے جس طرح سونا بھٹی سے کندن ہو کر نکلتا ہے۔

(مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو سرکار مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شدید بخار کے عالم میں تھے، میں نے جسمِ اقدس کو ہاتھ لگا کر عرض کی، ''یارسول اللہ! آپ کو

شدید بخار ہے۔'' سرکار (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔ راوی کہتے ہیں، میں نے پوچھا'' کیا اجر بھی دگنا ملتا ہے؟'' سرکار (ﷺ) نے فرمایا'' ہاں!'' پھر سرکار نے فرمایا کوئی مسلمان ایسا نہیں، جس کو مرض یا اس کے علاوہ کوئی اور تکلیف پہنچی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس طرح گرا دیتا ہے، جس طرح درخت کے پتے گرتے ہیں۔

(مشکوۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

☆ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سلطانِ مدینہ (ﷺ) ام سائب کے یہاں تشریف لے گئے تو دریافت کیا کہ ''تم کپکپا کیوں رہی ہو؟'' کہنے لگیں بخار کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ اس کو برکت نہ دے۔'' اس وقت سرکار نے فرمایا، ''بخار کو برا نہ کہو کیوں کہ بخار گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔ (مسلم)

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ (ﷺ) کی خدمت میں بخار کا تذکرہ ہوا تو ایک شخص نے بخار کو گالی دی تو آپ نے فرمایا، ''اس کو برا مت کہو کیونکہ یہ گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جس آگ لوہے کے میل کو ختم کر دیتی ہے۔ (مشکوۃ بحوالہ ابن ماجہ)

اس نعمت کا حصول، جس نے بارگاہ رسالت (ﷺ) میں شرف حاضری حاصل کیا:۔

☆حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) روایت کرتی ہیں کہ میں نے کسی پر مرض کا ایسا غلبہ نہیں دیکھا جتنا کہ رسول اللہ (ﷺ) پر ہوتا تھا۔ (مشکوۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

بغیر عمل کے ثواب:۔

☆حضرت ابو موسی (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر میں جاتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں اتنا ہی اجر لکھا جاتا ہے جتنا کہ صحت یا اقامت کی حالت میں عمل کر کے حاصل کرتا ہے۔ (مشکوۃ بحوالہ بخاری)

☆حضرت انس (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم (ﷺ) نے فرمایا کہ جب بندہ کسی جسمانی عارضہ میں مبتلاء ہوتا ہے تو اس پر متعین فرشتے سے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کی صحت کی حالت کے اعمال لکھتے رہو جو وہ صحت میں کرتا تھا، اگر اس کو شفاء ہوگئی تو اس کے گناہ دھل جاتے ہیں اور وہ پاک وصاف ہو جاتا ہے اور اگر اس کو موت آجائے تو اس کی مغفرت کردی جاتی ہے اور اس پر رحم کیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ بحوالہ شرح السنۃ)

☆حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ جب بندہ نیکیوں کے راستے پر گامزن ہوتا ہے اور اس حال میں بیمار ہوتا ہے تو اس کے نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے اعمال اسی طرح لکھو جس طرح اس کی صحت کی حالت میں لکھتے تھے

یہاں تک کہ میں اس کو صحت سے ہم کنار کروں یا اپنی طرف بلاؤں۔
(مشکوۃ بحوالہ شرح السنۃ)

☆ حضرت شقیق (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) بیمار ہوئے تو ہم ان کی عیادت کے لئے گئے ہمیں دیکھ کر وہ رونے لگے، تو لوگوں نے ان کے رونے پر اظہارِ ناراضگی کیا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے کہا ''میں مرض کی وجہ سے نہیں روتا کیونکہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے کہ بیماری گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے میں اس لئے روتا ہوں کہ یہ بیماری مجھ پر کمزوری کی حالت میں مسلط ہوئی ہے اور طاقت وقوت کی حالت میں نہیں آئی۔ کیونکہ دوران علالت بندے کے نامہ اعمال کو ویسے ہی لکھا جاتا ہے جیسا کہ وہ صحت کی حالت میں کرتا رہا ہے لیکن اب بیماری کی وجہ سے رک گیا ہے۔ (مشکوۃ بحوالہ رزین)

شہید کا اجر حاصل کرنے والے:۔

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ شہید کا اجر حاصل کرنے والے شخص پانچ ہیں۔ ﴿۱﴾ طاعون سے مرنے والا۔ ﴿۲﴾ پیٹ کی بیماری سے فوت ہونے والا۔ ﴿۳﴾ ڈوب کر مرنے والا۔ ﴿۴﴾ کسی چیز سے دب کر مرنے والے۔ اور ﴿۵﴾ اللہ کی راہ میں جان دینے والا۔
(مشکوۃ۔ بخاری ومسلم)

☆ حضرت جابر بن عتیک (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں، رسول اللہ

(ﷺ) نے فرمایا، راہ حق میں جان دینے کے علاوہ بھی سات افراد شہادت کا مرتبہ پاتے ہیں ، ﴿۱﴾ طاعون میں مرنے والا۔ ﴿۲﴾ ڈوب کر مرنے والا۔ ﴿۳﴾ ذات الجنب کے مرض میں مبتلاء ہو کر مرنے والا، ﴿۴﴾ ہیضہ میں مرنے والا۔ ﴿۵﴾ جل کر مرنے والا ،اور ﴿۶﴾ کسی چیز سے دب کر مرنے والا۔ اور ﴿۷﴾ وہ عورت جو زچگی کے دوران فوت ہو، یہ تمام کے تمام شہادت کا مرتبہ پاتے ہیں۔

☆ حضرت ابوھریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا،''جس کی موت حالت بیماری میں ہوئی ، وہ شہادت کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے، فتنہ قبر سے محفوظ رہتا ہے اور اس کو جنت سے رزق عطا کیا جاتا ہے۔

(مشکوۃ بحوالہ ابن ماجہ)

☆ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سرور عالم (ﷺ) نے ارشاد ہے کہ طاعون میں ابتلاء ہر مسلمان کے شہادت کا سبب ہے۔

درجات کی بلندی کا سبب:۔

☆ پیارے آقا ، رحمت دو عالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا،''بندے کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جب ایسا مرتبہ حاصل ہونا لکھ دیا گیا ہو جسے وہ اپنے اعمال کی وجہ سے حاصل نہیں کر سکتا تو اس کی ذات کو بدن، مال اور اولاد میں سے کسی ایک کو مصیبت میں مبتلاء فرما دیتا ہے پھر اسے ان مصائب پر صبر کی توفیق دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ بندہ اس مرتبے و مقام کو پالیتا ہے جو اس کے لئے مقدر کیا گیا

تھا۔ (مشکوۃ بحوالہ ابوداؤد)

☆ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن جب مبتلائے آزمائش لوگوں کو اجر وثواب سے نوازا جائے گا تو دنیا میں عافیت سے رہنے والے لوگ تمنا کریں گے، "کاش! ان کی کھالوں کو بھی دنیا میں قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا۔ (مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

☆ حضرت عامر (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے بیماریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا، "مؤمن جب بیماری کا شکار ہو کر شفایاب ہوتا ہے تو یہ علامت اس کی سابقہ بیماریوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور مستقبل کے لئے نصیحت کا سبب ہوتی ہے اور منافق جب بیمار ہو کر صحت یاب ہوتا ہے تو وہ اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جس کو پہلے اس کے گھر والے باندھتے ہیں اور بعد میں کھول دیتے ہیں اور اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کو کیوں باندھا اور کیوں کھولا گیا۔ اس موقعہ پر ایک شخص نے اٹھ کر کہا، "یا رسول اللہ! بیماری کیا ہوتی ہے، خدا کی قسم! میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا۔" تو سرکار مدینہ (ﷺ) نے اس سے فرمایا، یہاں سے اٹھ جاؤ، تم ہم میں سے نہیں۔" (مشکوۃ بحوالہ ابوداؤد)

نارِ جہنم سے چھٹکارے کا سبب:۔

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو مریض سے فرمایا

"بشارت ہو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میری آگ ہے جس کو میں دنیا میں ایماندار بندے پر مسلط کرتا ہوں تا کہ قیامت کے دن اس کے لئے یہ نار دوزخ سے کفایت کرے۔ (مشکوۃ بحوالہ ابن ماجہ)

تیسری مذکورہ شے "صبر وتحمل" ہے۔ اللہ تعالیٰ یا اس کی مخلوق کی جانب سے آنے والی آزمائشوں پر صبر وتحمل بھی اب مفقود ہے۔ آنے والی پریشانی پر زبان نہیں، تو کم از کم دل سے شکوہ ایک عام سی بات ہے۔ صبر کی تلقین کرنے والے بھی اب بہت کم دکھائی دیتے ہیں، ورنہ ایسے موقعوں پر جذبات بھڑکانے والوں کی کثرت ہی نظر آتی ہے۔ اب صبر کرنا بے حد مشکل محسوس ہوتا ہے، بلکہ بعض تو اسے اپنے لئے ناممکن تصور کرتے ہیں۔ کاش! اس کے فوائد کا بھی بنظر دقیق مشاہدہ کیا گیا ہوتا، تو پریشانی آنے پر کبھی بھی طبیعت میں بے چینی پیدا نہ ہونے پاتی، بلکہ دل ان پر فوائد کے بارے میں سوچ کر مزید پریشانیوں کی تمنا کرتا۔ جیسا کہ میدان محشر میں بھی ظاہر ہوگا۔ جیسا کہ

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، "قیامت کے دن جب مبتلائے آزمائش لوگوں کو اجر وثواب سے نوازا جائے گا، تو دنیا میں عافیت سے رہنے والے لوگ تمنا کریں گے کہ کاش! ان کی کھالوں کو بھی قینچیوں سے کاٹا گیا ہوتا (تا کہ وہ بھی یہ اجر پالیتے)۔"

(ترمذی۔ کتاب الزھد)

آیئے ہم بھی قرآن وحدیث میں موجود صبر وتحمل کے چند فوائد کے

بارے میں جانیں، تاکہ بوقتِ ضرورت شیطان بے صبری میں مبتلاء کروا کر ان سے محروم نہ کروا سکے۔ چنانچہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے،"۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ o الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ o اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ.

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا (ہے) یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

(کنزالایمان پ2۔ بقرہ155۔156)

☆ حضرت شداد بن اوس اور حضرت صُنابحی (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ ہم دونوں ایک شخص کی عیادت کے لئے گئے اور بیمار سے معلوم کیا، صبح کیسی گزری تو اس نے جواب دیا "اچھی طرح۔" اس موقعہ پر حضرت شداد نے کہا کہ تمہیں گناہوں کی معافی اور خطاؤں کے معاف ہونے کی خوشخبری ہو۔ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میں کسی مؤمن بندے کو مرض میں مبتلاء کرتا ہوں اور وہ اس مصیبت پر شاکر رہے تو وہ گناہوں

سے ایسا پاک ہوگا جیسا کہ وقت ولادت تھا۔ رب تعالیٰ نے (فرشتوں سے) یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو مقید کیا اور مبتلائے آزمائش بھی، لھذا تم اس کے نامہ اعمال میں اس کے لئے وہ اعمالِ خیر لکھتے رہو جو وہ اپنی صحت وعافیت کے دور میں کیا کرتا تھا۔ (مشکوۃ بحوالہ مسند احمد)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''جب بندے کے گناہ زیادہ ہوجاتے ہیں اور ان کے کفارے کی کوئی سبیل نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو مبتلاء آلام کر دیتا ہے تا کہ اس کے گناہ ختم ہو جائیں۔ (مشکوۃ بحوالہ مسند احمد)

تنبیہ:۔

یہ گناہوں کا ختم ہونا اسی صورت میں ہوگا کہ جب انسان صبر وتحمل کا مظاہرہ کرے، شکوہ شکایت سے تو مزید محرومی کا شکار ہوگا۔ نیچے درج احادیثِ کریمہ میں بھی اس شرط کا لحاظ کیا جائے گا۔

☆ حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، مسلمان کو کوئی رنج، تکلیف، فکر اور غم نہیں پہنچتا، یہاں تک کہ جو کانٹا اسے لگتا ہے تو اس چبھن کو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔
(مشکوۃ بحوالہ بخاری ومسلم)

☆ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم (ﷺ) سے سنا کہ آپ نے فرمایا، ''رب کریم فرماتا ہے، جب میں اپنے

بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں کی آزمائش میں ڈالتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرے تو میں اس کے بدلے اسے جنت عطا کروں گا۔'' راوی فرماتے ہیں کہ دو محبوب چیزوں سے مراد آنکھیں ہیں۔ (مشکوۃ بحوالہ بخاری)

☆ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سرور دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، بڑا مرتبہ بڑی آزمائش سے ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے تاکہ جو اس پر صابر و شاکر ہو اسے رضائے الٰہی حاصل ہو اور جو ناشکری کرے اور غصہ کرے اس کے لئے غضب الٰہی ہو۔ (مشکوۃ)

☆ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کو دنیا میں جلد سزا دیتا ہے اور جب کسی بندے کے گناہوں کے سبب بھلائی نہیں چاہتا تو اس سے رک جاتا ہے تاکہ قیامت میں اسے اس کے اعمال کی پوری پوری سزا دے۔

(مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

☆ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ پیارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مسلمان مرد و عورت ہمیشہ ابتلاء و آزمائش کا شکار رہیں گے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں اور ان کے ذمے کوئی گناہ نہ ہو۔

(مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

☆ حضرت عَطَاء ابن رِبَاح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے

ہیں کہ مجھ سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے اِرشاد فرمایا ''کیا میں تمہیں اہل جنت میں سے ایک عورت نہ دکھاؤں ؟'' میں نے عرض کی ''ہاں ! کیوں نہیں ؟'' فرمایا یہ سیاہ رنگ کی عورت ، یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی اور عرض کی تھی کہ یارسولَ اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) ! مجھے مِرگی کا دورہ پڑتا ہے اور (اس حالت میں) میرا اِستر ظاہر ہوجاتا ہے پس آپ (ﷺ) میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اگر تو چاہے تو صبر کر اور تیرے لئے (اس صبر کے بدلے میں) جنت ہوگی اور اگر تُو چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے عافیت وتندرستی عطا فرمائے۔'' اس نے عرض کی میں صبر کروں گی۔'' پھر عرض کی (دورے کی حالت میں) میرا استر ظاہر ہوجاتا ہے' آپ (ﷺ) دعا فرما دیجئے کہ یہ ظاہر نہ ہوا کرے۔'' تو (یہ سنکر) رحمتِ عالم (ﷺ) نے اس کے لئے دعا کی۔'' (متفق علیہ)

☆ سرکار دوعالم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ جس میں دو عادتیں ہوں اللہ تعالیٰ اسے شاکر وصابر لکھ لیتا ہے جو دینی لحاظ سے اسے دیکھے جو اس سے بڑھ کر ہو اور دنیاوی لحاظ سے اسے دیکھے جو اس سے کم تر ہو اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے کہ اللہ نے اسے اس شخص پر فضیلت دی تو اللہ تعالیٰ اسے صابر وشاکر لکھ دیتا ہے۔ اور جو دینی لحاظ سے اسے دیکھے جو اس سے کم تر ہو اور دنیاوی لحاظ

سے اس کی طرف جو اس سے برتر ہو اور اس پر افسوس کرے جو اسے حاصل نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر نہیں لکھے گا۔ (مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

☆ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ پیارے آقا (ﷺ) نے فرمایا جو کم رزق میں اللہ تعالی سے راضی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کم اعمال سے راضی رہتا ہے۔ (مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان)

☆ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالی سے پوچھا کہ یا الٰہی اس شخص کی جزاء کیا ہے جس نے مصیبت اور غم میں تیرے لئے صبر کیا۔ ارشاد فرمایا، ''میں اس کو ایمان کی خلعت پہناؤں گا اور اس کو کبھی اس سے نہیں چھینوں گا۔'' پھر فرمایا، ''جس کے جسم یا مال یا فرزند پر میں نے آفت بھیجی اور اس نے اس پر اچھی طرح صبر کیا یا اچھے صبر سے اس کا سامنا کیا تو مجھے حیاء آتی ہے کہ اس سے حساب لوں اور اسے میزان و نامہ اعمال کے پاس بھیجوں۔ (کیمیائے سعادت ۷۳۸)

☆ حضرت ابن عطار (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ فراخی اور تنگی کی حالت میں بندے کا جھوٹ ظاہر ہوتا ہے، جس نے فراخی کے دنوں میں شکر کیا اور تنگی کے دنوں میں واویلا کیا وہ جھوٹا ہے۔ (مکاشفۃ القلوب۔ صفحہ ۴۷)

☆ اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ ''جب وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے کسی تکلیف میں مبتلاء کر دیتا ہے، اگر اس نے صبر کیا تو وہ اسے چن لے گا اور اگر وہ راضی ہو تو اسے خالص اپنا بنا لے گا۔ (مکاشفۃ القلوب۔ ۵۵۹)

☆ حضرت عیسی (علیہ السلام) نے فرمایا کہ تمہیں جو محبوب ہے تم وہ چیز ناپسندیدہ امور میں صبر کیے بغیر حاصل نہیں کر سکتے۔ (مکاشفۃ القلوب صفحہ ۵۶۲)

اس سلسلے میں ہمارے اسلافِ کرام (رحمۃ اللہ علیہم) کا عمل ملاحظہ فرمائیں۔

☆ شیخ فتح موصلی (رحمۃ اللہ علیہ) کی زوجہ ایک مرتبہ گر پڑیں اور ان کا ناخن ٹوٹ گیا۔ وہ ہنسنے لگیں تو شیخ نے دریافت کیا کہ ناخن ٹوٹنے سے درد نہیں ہو رہا؟ بیوی نے جواب دیا ثوابِ آخرت کی خوشی میں مجھے درد کا احساس نہیں ہوا۔

(کیمیائے سعادت ۷۳۸)

☆ ایک راوی کا بیان ہے کہ سالم مولائے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کو میں نے دیکھا کہ ایک معرکہ میں زخمی ہو کر گر پڑے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم کو پانی کی خواہش ہے؟ انہوں نے جواب دیا تم میرا پاؤں پکڑ کر دشمن کے پاس ڈال دو اور میری ڈھال میں پانی رکھ دو۔ میں روزے سے ہوں اگر شام تک جی گیا تو پانی پی لوں گا۔ (کیمیائے سعادت ۷۳۸)

☆ حضرت امِ سُلَیم (رضی اللہ عنہا) ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے چھوٹے خادم حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کی والدہ ہیں۔ ایک مرتبہ ان کا ایک بچہ شدید بیمار تھا۔ حضرت ابوطلحہ کام وغیرہ کی غرض سے باہر تشریف لے گئے۔

آپ کی غیر موجودگی میں بچے کی طبیعت بگڑتی چلی گئی حتی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ ام سلیم نے اس کی لاش کو ایک الگ کمرے میں لٹا کر کپڑا اوڑھا

دیااور خود روزانہ کی طرح کھانا پکایا، پھر خوب اچھی طرح بناؤ سنگھار کر کے شوہر کے آنے کا انتظار کرنے لگیں۔

جب حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) رات کو گھر تشریف لائے تو بچے کے بارے میں دریافت فرمایا۔'' آپ نے جواب دیا ،آج وہ بہت آرام سے ہے۔'' حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) یہ سمجھ کر کہ بچے کی طبیعت سنبھل گئی ہے، مطمئن ہو گئے۔ پھر آپ فوراً کھانا لے آئیں۔ حضرت ابوطلحہ نے اچھی طرح کھانا کھایا۔ پھر آپ نے زوجہ سے صحبت فرمائی۔ جب سب کاموں سے فارغ ہو چکے، تو بی بی ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے کہا کہ'' مجھے ایک مسئلہ تو بتایئے کہ اگر ہمارے پاس کسی کی کوئی امانت ہو اور وہ اپنی امانت ہم سے لے لے، تو کیا ہم کو برا ماننے یا ناراض ہونے کا کوئی حق ہے؟''..... حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا'' ہرگز نہیں! امانت والے کو اس کی امانت خوشی خوشی لوٹا دینی چاہیے۔''

شوہر کا یہ جواب سن کر حضرت ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے کہا کہ'' اے میرے سرتاج! آج ہمارے گھر میں یہی معاملہ پیش آیا کہ ہمارا بچہ، یقیناً ہمارے پاس خدا کی امانت تھا' آج اللہ تعالیٰ نے اپنی وہ امانت واپس لے لی اور ہمارا بچہ مر گیا۔'' یہ سن کر حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) نے صبر کا گھونٹ بھرا اور شکوہ شکایت سے محفوظ رہے۔ (بخاری)

☆ طواف بیت اللہ کے دوران شیخ ابوالحسن سراج کی نظر ایک عورت پر

پڑی۔ وہ نہایت حسین وجمیل اور خوبرو تھی۔ آپ نے فوراً نگاہیں ہٹاتے ہوئے اپنے آپ سے کہا ''بخدا میں نے آج تک ایسا چہرہ نہیں دیکھا، شاید یہ اس کی خوشحالی اور فکروغم سے آزادی کا نتیجہ ہے۔''

عورت نے آپ کی یہ بات سن لی۔ اس نے کہا ''آپ کیا کہہ رہے ہیں؟...... واللہ! میں غموں سے چور چور ہوں اور میرا دل رنج وآلام سے زخمی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا ''تجھے کون ساغم لاحق ہے؟''......وہ بولی، ''ایک دن میرے شوہر نے ایک بکری کو قربان کیا، قریب ہی میرے دونوں چھوٹے بچے کھیل رہے تھے، ایک شیر خوار میری گود میں تھا، میں کھانا پکانے میں مصروف ہوگئی۔ دونوں لڑکوں میں سے بڑے نے دوسرے سے کہا، ''میں تجھے بتاؤں کہ ابا جان نے بکری کو کیسے ذبح کیا؟'' چھوٹے نے کہا، ''ہاں بتاؤ۔'' بڑے نے چھری ہاتھ میں لی، بھائی کو زمین پر لٹایا اور ذبح کر دیا۔ بھائی کا خون اور تڑپنا دیکھ کر خود پہاڑ پر بھاگ گیا۔

اس کا باپ اس کی تلاش میں گیا مگر اسے نہ پا سکا، کیونکہ بھیڑیئے نے اسے پھاڑ کھایا تھا۔ میرا شوہر بھی پہاڑ سے زندہ واپس نہ آسکا، پیاس کی شدت اور گرمی نے اس کی بھی جان لے لی۔ ذبح شدہ لڑکے کی آواز سن کر میں اسے دیکھنے گئی اور شیر خوار بچہ چولہے کے پاس چھوڑ گئی۔ اس نے گرم ہانڈی اپنے اوپر انڈیل لی اور جل کر ہلاک ہوگیا۔............

میری، ان تمام بچوں سے بڑی ایک بیٹی بھی تھی جس کی شادی ہو چکی تھی ،وہ اپنے شوہر کے گھر رہتی تھی ۔ ان واقعات کی خبر اس کی پہنچی تو وہ صدمہ کو برداشت نہ کر سکی اور تڑپ تڑپ کر مرگئی۔...........

اب صرف تنہا میں رہ گئی ہوں، جو ان تمام غموں کا بوجھ لئے زندگی کے دن پورے کر رہی ہوں۔''

آپ نے اس کی داستانِ غم سنی تو بے حد متعجب ہوئے اور پوچھا،''آخر تو نے ان تمام آزمائشوں پر صبر کیسے کرلیا؟'' اس نے جواب دیا،''جو بھی صبر اور بے صبری پر غور کرے گا تو ان کو الگ الگ پائے گا، پس اگر خوشحالی ظاہر کر کے صبر اختیار کیا تو اس کا انجام بہتر اور پھل میٹھا ہو گا، اور اگر بے صبری میں مبتلاء رہا تو اس کا انجام برا اور اجر و ثواب سے محروم رہے گا۔ لھذا میں بھی صبر کر رہی ہوں اور ان مصیبتوں کے باعث پیدا ہونے والے آنسو میرے دل پر گر رہے ہیں۔'' اتنا کہہ کر وہ عورت آپ کے پاس سے رخصت ہو گئی۔ ﴿روض الریاحین﴾

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان خزانوں میں سے حصہ حاصل کرنے توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کامل ترین مؤمن

ہر شخص زندگی کے ہر شعبے میں کامل ترین بن جانے کا متمنی ہوتا ہے اور اس کے لئے سچی لگن رکھنے والے رات دن محنت کرتے دکھائی بھی دیتے ہیں۔ جس شعبے میں کامل بننا مقصود ہو اگر اس میں کسی قسم کی شرعی قباحت نہ ہو تو فی نفسہ یہ کوشش مباح ہے، اس میں کوئی حرج نظر نہیں آتا۔ لیکن کاش! کبھی ہماری توجہ دینی لحاظ سے کامل ترین بننے کی جانب بھی مبذول ہو جائے اور نہ صرف تمنا بلکہ فوری طور پر عملی کوشش کا شرف بھی پالیں، تو نور علی نور ہوگا۔ کیونکہ دنیاوی لحاظ سے کامل ہو جانے پر تھوڑی سی مالی ترقی، چند تعریفی جملے، کچھ عزت میں اضافہ اور معمولی طور پر نعمتوں کی زیادتی تو ضرور حاصل ہو سکتی ہے، لیکن اخروی لحاظ سے کاملیت انسان کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتی ہے، جہاں کی ہر ہر نعمت دنیاوی تمام نعمتوں کے مجموعے سے افضل واعلیٰ ہے۔ لھذا سمجھدار مسلمان کو چاہیئے کہ دنیاوی ترقی سے زیادہ اخروی ترقی کو ملحوظ رکھے اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی کو اپنے لئے باعثِ ہلاکت تصور کرے۔

یوں تو اس سلسلے میں بہت سے اعمال کے بارے میں نشاندہی کی گئی ہے کہ لیکن درج ذیل قول میں حضرت مالک بن دینار (رحمۃ اللہ علیہ) کی جانب سے ''چھ اعمال'' کے بارے میں ایمان کو کامل کر دینے کا اشارہ فرمایا گیا ہے۔ جن میں سے تین کو اختیار کرنا، جب کہ تین کا ترک کر دینا مطلوبہ مقصد میں

کامیابی دلوا سکتا ہے۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ اس قول مبارک کی روشنی میں اپنا محاسبہ کر کے ایمان کو کامل کرنے کی جانب قدم اٹھانے میں دیر نہ کریں۔ چنانچہ

حضرت مالک بن دینار (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ

''تین چیزوں کا مقابلہ تین چیزوں کے ساتھ خوبصورتی سے کرو، کامل ترین مؤمنوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

(۱) تکبر کا عاجزی کے ساتھ...

(۲) حرص کا قناعت کے ساتھ...اور...

(۳) حسد کا نصیحت کے ساتھ۔''

اس قول سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو محسوس ہو کہ وہ تکبر میں مبتلاء ہونے لگا ہے، تو اسے فوراً عاجزی کی جانب مائل ہو جانا چاہیئے، یونہی اگر قلب میں حرص کا مادہ بڑھتا محسوس ہو، تو قناعت کو اپنائے اور اگر کسی مسلمان بھائی سے حسد محسوس ہو، تو فورا سے پیشتر نصیحت کا دامن تھام لے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کو کامل فرما دے گا۔ اور ان دو دو چیزوں کا ذکر اس لئے کیا کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں، چنانچہ ایک ہوگی، تو دوسری کا رہنا محال ہے۔ چنانچہ اگر عاجزی ہوگی تو تکبر سے نجات ملے گی، اگر قناعت ہوگی تو حرص سے جان چھوٹے گی اور اگر نصیحت کا ساتھ رہا تو حسد سے آزادی رہے گی۔

آیئے ہم بھی ایک ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی زبان سے نکلنے والے الفاظ

پرغور وتفکر کی سعادت حاصل کر کے خود کو کامل ترین مؤمنین میں شمار کروانے کی سعادت حاصل کریں۔

اس قول میں پہلی دو چیزیں تکبر اور عاجزی ہیں۔ یہ دونوں دل کی دو صفتیں ہیں، جن میں سے پہلی مذموم اور دوسری قابل مدح ہے۔ یہ دونوں ایک ہی وقت میں ایک ساتھ کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک وقت میں دل تکبر کا شکار ہو اور پھر کسی دوسرے وقت میں عاجزی اس کی جگہ لے لے یا اس کے برعکس معاملہ ہو۔ کامل مؤمن بننے کے لئے ضروری ہے کہ دل میں فقط عاجزی کی صفت کا قبضہ ہو، تکبر کو قطعی طور پر دور کرنا لازم ہے۔

اس کے لئے سب سے پہلے ان دونوں کی تعریفات اور پھر پہلی کی مذمت اور دوسری کے فضائل کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ چنانچہ

تکبر یہ ہے کہ انسان دوسروں کو خود سے کمتر جبکہ اپنی ذات کو دیگر سے برتر تصور کرے۔ جب کہ عاجزی خود کو دوسروں سے برتر نہ سمجھنے کا نام ہے۔

تکبر کے بے شمار نقصانات ہیں، جن میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے۔

﴿1﴾ یہ اللہ تعالیٰ کا ناراضگی کا سبب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے،

''اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ☆ بے شک وہ مغروروں کو پسند نہیں

فرماتا۔(ترجمہ کنزالایمان۔سورۃ النحل۔۲۳۔پ۱۴)''

اور...... ☆حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ)سے روایت ہے کہ رسول اللہ(ﷺ)نے ارشادفرمایاکہ''تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت کلام نہ فرمائے گااور نہ انہیں پاک کرے گا۔دوسری روایت میں ہے کہ ان کی جانب نظر نہ فرمائے گااوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔یعنی بوڑھا زانی،جھوٹا بادشاہ اور مفلس متکبر۔''(مسلم۔کتاب الایمان)

نیز حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ)سے مروی ہے کہ رسول اللہ(ﷺ)نے ارشادفرمایا،''جوشخص تکبر سے اپنے لباس کو زمین پرکھینچتا ہے،اللہ تعالیٰ اس پر نظر(رحمت)نہیں فرماتا۔''(بخاری ومسلم)

﴿2﴾ میدانِ محشر میں ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا:۔

جیسا کہ حضرت عمرو بن شعیب(رضی اللہ عنہ)اپنے والد اور وہ اپنے جد امجد سے روایت ہے کہ رسول اللہ(ﷺ)نے ارشادفرمایاکہ''بروزِ قیامت متکبرین کوانسانی شکل میں چیونٹیوں کی مثل جمع کیا جائے گا۔ان پر ہر طرف سے ذلت چھارہی ہوگی اورانہیں جہنم کے بَولَس نامی قیدخانے کی جانب دھکیلا جائے گا۔ان کے اوپرآگ ہی آگ ہوگی اورانہیں طِیْنَۃُ الخَبَال یعنی جہنمیوں کے زخموں کا پیپ اورخون پلایا جائے گا۔''(ترمذی۔کتاب الصفۃ القیامۃ)

﴿3﴾ جہنم میں لے جانے کا ذریعہ ہے:۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

''اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیۡنَ ☆ بے شک جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں، عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔ (ترجمہ کنزالایمان۔غفر ۶۰۔پ۲۴)''

اور حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہوگا، جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔'' (مسلم۔کتاب البر)

نیز حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''کبریائی میری چادر اور عظمت میری ازار ہے، [1] پس جو ان میں سے کسی ایک کے بارے میں مجھ سے جھگڑے گا [2] تو میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا اور مجھے اس کی پرواہ نہیں۔'' (ابوداؤد۔کتاب اللباس)

اور...... حضرت حارث بن وہب (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''کیا میں تمہیں اہل جنت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر کمزور جس کو کمزور سمجھا جائے، لیکن اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھائے، تو وہ اسے سچا کردے، کیا میں تمہیں جہنمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر بدزبان، بدکار اور متکبر۔'' (بخاری۔کتاب التفسیر القرآن)

---

[1]:۔یعنی یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو ہی زیبا ہیں [2]:۔یعنی انہیں اختیار کرنے کی کوشش کرے گا

اور☆حضرت ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''دوزخ میں ایک غار ہے، جسے ہب ہب کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس میں مغروروں اور متکبروں کو ڈالے گا۔'' (احیاء العلوم بحوالہ طبرانی)

﴿4﴾ جنت سے محرومی کا سبب ہے:۔

جیسا کہ حضرت حارث بن وہب (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کی، ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! ایک شخص چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں؟'' فرمایا، ''اللہ تعالیٰ جمیل ہے، جمال کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر تو حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔'' (مسلم۔ کتاب الایمان)

﴿5﴾ اس صفت کا حامل قابل مذمت ہو جاتا ہے:۔

جیسا کہ حضرت اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''برا بندہ وہ ہے جو اپنے آپ کو اونچا سمجھے، اکڑ دکھائے اور اللہ تعالیٰ کو بھول جائے۔ برا بندہ وہ ہے جو ظلم اور زیادتی کرے اور اللہ تعالیٰ کو بھول جائے اور لہو ولعب پھنسا رہے اور قبروں اور گل جانے کو بھول جائے۔ برا بندہ وہ ہے جو غرور کرے اور حد سے بڑھ جائے اور اپنی ابتداء و انتہاء کو بھول جائے۔ برا بندہ وہ ہے جو دین کو شبہات سے بگاڑے۔ برا

بندہ وہ ہے جسے لالچ کھینچتی پھرے برا بندہ وہ ہے جسے نفسانی خواہش گمراہ کرے اور برا بندہ وہ ہے جسے خواہشات ذلیل کردیں۔'' (ترمذی۔کتاب الصفۃ القیامۃ....)

﴿6﴾ دنیا میں بھی ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے:۔

جیسا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے برسرِ منبر ارشاد فرمایا، ''اے لوگو! عاجزی اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرماتے سنا ہے کہ ''جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع (عاجزی) اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بلند فرمادیتا ہے۔ وہ اگرچہ چھوٹا ہو، لیکن لوگوں کی نگاہوں میں بڑا ہوجاتا ہے۔ اور جو تکبر کرے، تو اللہ عزوجل اسے پستی عطا فرماتا ہے، چنانچہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں چھوٹا ہوجاتا ہے، اگرچہ فی نفسہ بڑا ہی ہو، یہاں تک کہ لوگوں کی نظر میں کتے اور خنزیر سے بھی ذلیل ہوجاتا ہے۔'' (مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان)

﴿7﴾ یہ باعث ہلاکت ہے:۔

جیسا کہ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، ''تین چیزیں نجات دلانے والی اور تین ہلاک کرنے والی ہیں۔ نجات دلانے والی تین چیزیں جلوت وخلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، رضامندی اور ناراضگی میں حق بات کہنا اور امیری وغریبی میں میانہ روی اختیار کرنا ہیں۔ اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں خواہشات کی پیروی، طمع کی فرمانبرداری اور آدمی کا اپنے اوپر گھمنڈ کرنا ہیں اور یہ چیز سب سے سخت تر

ہے۔"(مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان)

﴿8﴾ یہ ایمان کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے:۔

جیسا کہ شیطان کا انجام ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اسی قلبی صفتِ قبیحہ کی بناء پر کی تھی، جس کے باعث اسے اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ چنانچہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ۔ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ (ترجمہ کنزالایمان۔ سورۃ البقرۃ ۳۴۔ پ ۱)

﴿9﴾ نفع عبادت سے محرومی:۔

جیسا کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ "تکبر ایک ایسا گناہ ہے کہ کوئی عبادت متکبر کو نفع نہیں دیتی۔" (احیاء العلوم۔ باب ذم الکبر)

﴿10﴾ اس کے باعث اعمال برباد ہو سکتے ہیں:۔

جیسا کہ مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا عبادت گزار تھا اور ایک بے حد گناہگار۔ ایک دن وہ عبادت گزار ایک جگہ بیٹھا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھا اور من جانب اللہ ایک بادل نے اس پر سایہ کیا ہوا تھا۔ اس گناہ گار کا وہاں سے گزر ہوا، عابد پر نگاہ پڑی تو دل میں سوچا کہ چلو اس کے پاس بیٹھ جاتا ہوں، ہو سکتا ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی کرم نوازی فرما دے۔

جب یہ اس کے پاس بیٹھا تو عابد کو اس کی یہ حرکت بے حد ناگوار گزری

اوراس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ نکما میرے پاس کہاں سے آ کر بیٹھ گیا، اس جیسا بھی گناہ گار کوئی ہوگا۔ اس کے بعد اس نے سخت لہجے میں اسے اپنے پاس سے جانے کے لئے کہا۔ گناہ گار اپنا سا منہ لے کر وہاں سے روانہ ہوگیا اور بادل کا ٹکڑا بھی اس کے ہمراہ چلا گیا۔

تب اس زمانے کے نبی (علیہ السلام) پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ ان دونوں سے جا کر کہہ دو کہ دونوں نئے سرے سے عمل کریں، کیونکہ میں نے تکبر کے سبب عابد کے تمام نیک اعمال برباد کردیئے اور گناہ گار کی عاجزی کی بناء پر اس کی بخشش فرمادی۔'' (کیمیائے سعادت۔۶۶۳)

ہر ذی علم وشعور بآسانی فیصلہ کرسکتا ہے کہ جو صفت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ،جنت سے محرومی، جہنم میں داخلے، عبادت کے نفع سے محرومی، دنیا ومحشر میں ذلت ورسوائی اور ایمان واعمال چھن جانے کا سبب بن سکتی ہو، اس سے فوری چھٹکارا حاصل کرنا کتنا ضروری اور اس میں کوتاہی یا سستی کا مظاہرہ کرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔ لھذا کامل مؤمن بننے کا قصد کرنے کے ساتھ ساتھ مذکورہ تمام نقصانات سے خود کو بچانے یا محفوظ رکھنے کے لئے فوری طور پر تکبر کی ضد یعنی حقیقی عاجزی کے حصول کے لئے عملی کوشش شروع کردینی چاہیئے۔

عاجزی پسند ہونے اور اس صفت کو اختیار کرنے میں آسانی کے حصول کے لئے اس میں موجود فوائد کا جاننا مفید ثابت ہوگا، چنانچہ اس کے بے شمار فوائد

میں سے چند ملاحظہ فرمایئے۔

☆اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تکمیل کا ثواب ہے۔جیسا کہ

حضرت عیاض بن حمار(رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا،''اللہ تعالیٰ نے میری جانب وحی فرمائی ہے کہ''تم عاجزی اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی کسی دوسرے پر فخر نہ کرے۔''

(مسلم۔کتاب الجنۃ....)

☆دنیا میں عزت میں اضافہ کا سبب ہے۔جیسا کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا،''جوکوئی عاجزی کرتا ہے،اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے۔''

(احیاء العلوم بحوالہ مسلم)

نیز حضرت ابن عباس(رضی اللہ عنہ)روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے کہ''کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کے سر کی لگام دو فرشتوں کے ہاتھ میں نہ ہو۔جب وہ شخص عاجزی کرتا ہے تو ملائکہ اس لگام کو اوپر چڑھاتے ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ''الٰہی!اس کو سربلند رکھ۔''(احیاء العلوم بحوالہ بیہقی)

اور حضرتِ عیسیٰ(علیہ السلام) کا ارشادِ پاک ہے کہ''تواضع کرنے والے دنیا میں منبر نشین رہیں گے اور وہ لوگ نیک بخت ہیں،جو دنیا میں لوگوں کے درمیان صلح کروادیں اوران کا مقام فردوس ہوگا اور نیک بخت ہیں وہ لوگ جن

کے دل دنیا کی محبت سے پاک ہوں، ان کو خدا کا دیدار نصیب ہوگا۔"

(احیاء العلوم۔ باب فضیلۃ التواضع)

☆اس کا اختیار کرنا نیک بختی کی علامت ہے۔ جیسا کہ

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ "جو شخص بغیر لاچار ہوئے، عاجزی کرے..اور..ایسا مال جو بغیر گناہ کے حاصل کیا ہو، دوسروں پر خرچ کرے..اور..غریبوں پر رحم کرے اور ان کے پاس اٹھے بیٹھے..اور..علماء کی ہم نشینی اختیار کرے، وہ نیک بخت ہے۔"

(احیاء العلوم بحوالہ بزار)

☆اس کے بدلے میں سنت پر عمل کا ثواب حاصل ہوگا۔ جیسا کہ

حضرت ابوسلمہ مدینی (رضی اللہ عنہ) اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ (ﷺ) ہمارے ہاں مہمان بنے۔ آپ اس دن روزے سے تھے۔ میں نے آپ کے افطار کے لئے ایک پیالہ دودھ، جس میں شہد ملا ہوا تھا، پیش کیا۔ آپ نے اسے چکھا، تو مٹھاس محسوس ہوئی، دریافت فرمایا، "یہ کیا ہے؟" میں نے عرض کی، "اس میں شہد ملا ہوا ہے۔" آپ نے وہ پیالہ یونہی رکھ دیا اور نوش نہیں فرمایا۔

پھر ارشاد فرمایا، "میں نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے، لیکن جو شخص خدا عزوجل کے لئے عاجزی اختیار کرے، اللہ تعالیٰ اسے سربلندی عطا فرماتا ہے اور اگر تکبر کرے گا تو اسے حقیر کردے گا۔ اور جو شخص اسراف کے بغیر خرچ کرے، اللہ

تعالیٰ اس کوتوانگری عطا فرمائے گا اور جو کوئی اسراف کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو محتاج کردے گا اور جو اللہ تعالیٰ کو زیادہ یاد کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھے گا۔" (احیاء العلوم بحوالہ بزار)

☆ یہ صفت اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ جیسا کہ

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) پر وحی نازل فرمائی، "اے موسیٰ! میں ایسے شخص کی نماز قبول کروں گا، جو میری عظمت کے لئے تواضع اختیار کرے، میرے بندوں کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آئے، اپنے دل میں خوف کو جگہ دے اور تمام دن میری یاد مین بسر کرے اور خود کو میرے لئے گناہوں سے محفوظ رکھے۔" (احیاء العلوم باب فضیلۃ التواضع)

حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے کہ "جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کا راستہ دکھایا، اس کی اچھی صورت بنائی، اس کی حالت باعثِ شرم نہیں بنائی اور اس کو تواضع کی توفیق بھی دی گئی، تو وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے ہے۔" (احیاء العلوم بحوالہ طبرانی)

☆ اس میں بزرگی پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ

حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے کہ "کرم، تقویٰ میں، بزرگی، تواضع میں اور توانگری، یقین میں ہے۔" (احیاء العلوم بحوالہ حاکم)

☆ یہ بہت افضل عبادت ہے۔ جیسا کہ

سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا فرمان ہے کہ، ''اے لوگو! تم سب سے بہتر عبادت سے غافل ہو، وہ عبادت تواضع ہے۔'' (کیمیائے سعادت۔۶۵۵)

عاجزی کے حصول اور تکبر سے محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے کہ مندرجہ بالا تمام تر تفصیل کو بار بار پڑھا جائے اور اپنا محاسبہ کرتے ہوئے، درج ذیل اعمال بھی اختیار کئے جائیں، تاکہ قلب میں عاجزی میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔

☆ سلام میں پہل کریں، چاہے سامنے والا بچہ ہو یا زوجہ یا کوئی بے عمل وکم علم۔

☆ سب سے مصافحہ کریں، بشرطیکہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

☆ کبھی کبھی ننگے پاؤں چلا کریں۔

☆ گھر کا سودا سلف خود لانے کا انتظام کریں۔

☆ غریبوں کے ساتھ زیادہ اٹھیں بیٹھیں۔

☆ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹائیں۔

☆ دینی و دنیاوی اعتبار سے اپنے سے اوپر والے کو دیکھیں۔ ہاں اگر دنیاوی اعتبار سے اوپر والے کو دیکھنے سے موجودہ نعمتیں حقیر محسوس ہوں تو فوراً نیچے والے کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

☆ اپنی گفتگو میں حتی الامکان عاجزانہ الفاظ استعمال کریں۔

☆ اپنے بارے میں بلند بانگ دعووں سے پرہیز کریں۔

☆ نیکی کر کے بھول جانے کی عادت ڈالیں، جب کہ گناہوں کو بار بار یاد کریں۔

آخر میں اپنے اکابرین کے عاجزی پر مشتمل کلام کا مطالعہ فرمائیں تا کہ نفس میں حیاء وشرم کا مادہ بڑھے۔

حضرت فضیل بن عیاض (رضی اللہ عنہ) فرماتے تھے کہ جو شخص ریا کار کو دیکھنا چاہے، وہ مجھے دیکھ لے۔ ﴿تنبیہ المغترین۔۳۹﴾

حضرت یوسف بن اسباط فرماتے تھے کہ میں نے جب کبھی اپنے نفس کا محاسبہ کیا ہے، مجھے یہی ثابت ہوا ہے کہ میں نرا ریا کار ہوں۔ ﴿تنبیہ المغترین ۲۴﴾

حضرتِ فضیل بن عیاض (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ جب سچوں سے بھی ان کے صدق کے متعلق سوال ہوگا، حضرت اسماعیل وعیسیٰ (علیہم السلام) اور ان کے صدق وخلوص کی بھی جانچ پڑتال ہوگی تو ہم ایسے جھوٹوں کا کیا حال ہوگا ، جہاں خلوص کا نام بھی نہیں۔ ﴿تنبیہ المغترین ۲۷﴾

حضرت سفیان ثوری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے جس قدر اعمال اپنے ظاہر کر کے کئے ہیں، ان کو میں لامحض سمجھتا ہوں کیونکہ جب لوگ دیکھتے ہوں اس وقت اخلاص کا باقی رکھنا ہم ایسوں کی قدرت سے باہر ہے۔

﴿تنبیہ المغترین ۲۸﴾

حضرت سفیان ثوری (رضی اللہ عنہ) اپنے پاس تقریباً تین آدمیوں سے زیادہ نہ بیٹھنے دیتے تھے، پس آپ نے ایک روز درس شروع کیا تو دیکھا کہ حلقہ بہت بڑا ہوگیا۔ آپ یہ دیکھ کر گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ہم بے خبری میں پکڑے گئے، واللہ اگر امیر المؤمنین عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) مجھ سے شخص کو اس عظیم الشان مجمع میں مسند درس پر بیٹھا ہوا دیکھتے تو فوراً اٹھا دیتے اور فرماتے کہ تجھ سا شخص اس کی صلاحیت نہیں رکھتا، نیز ان کا قاعدہ تھا کہ جب احادیث لکھانے بیٹھتے تو مرعوب اور خائف ہوتے اور کوئی بدلی ان پر گزرتی تو خاموش ہوجاتے، یہاں تک کہ وہ گزر جاتی اور فرماتے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں پتھر ہوں جن کو وہ ہم پر برسائے۔ ﴿تنبیہ المغترین ۲۹﴾

مذکورہ قول میں دوسری دو چیزیں حرص اور قناعت ہیں۔ یہ دونوں بھی دل کی مختلف کیفیات ہیں۔ مزید حاصل کرنے کی خواہش حرص، جبکہ موجودہ کو کافی سمجھنا قناعت ہے۔ ان میں سے بھی پہلی قابل مذمت، جب کہ دوسری لائق مدح ہے۔ کامل ترین مؤمن بننے کے خواہش مند کے لئے ان دونوں کی مکمل معرفت کے ساتھ ساتھ ان کے فوائد ونقصانات کا جائزہ لینا بھی بے حد ضروری ہے۔ آیئے ان دونوں کے بارے میں بھی بالترتیب غور وتفکر کی سعادت حاصل کریں۔

حرص کی مختلف اقسام ہوتی ہیں۔ کیونکہ حرام چیز کی حرص حرام، مکروہ کی

مکروہ اور مباح کی مباح ہوتی ہے۔ عموماً جس حرص کی مذمت بیان کی جاتی ہے وہ دنیاوی مال ومتاع اور عزت وشرف حاصل کرنے کی حرص ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دنیاوی اموراور عزت وناموس کے معاملے میں حرص، قلبِ انسانی پر غالب آجاتی ہے، تو اس کے لئے حرام وناجائز سے بچنا بے حد مشکل ہو جاتا ہے اور یوں تباہی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

کعب بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ ''دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں اتنی تباہی نہیں مچاتے، جتنی مال وعزت کی حرص آدمی کے دین کو نقصان پہنچا دیتی ہے۔'' (مشکوۃ بحوالہ ترمذی)

یہ ایک ایسی بلا ہے کہ اس سے کوئی بھی مسلمان، خواہ کسی بھی عمر کا ہو، آزاد نظر نہیں آتا۔ ہر ایک کسی نہ کسی لالچ کا شکار اور کچھ نہ کچھ مزید حاصل کرنے کی خواہش میں گرفتار دکھائی دیتا ہے۔

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ ''آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے، لیکن اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں۔ مال اور عمر کی حرص۔'' (بخاری۔ کتاب الرقاق)

اور حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ ''بوڑھے کا دل دو چیزوں کے معاملے میں ہمیشہ جوان رہتا ہے۔ دنیا کی

محبت اور لمبی عمر۔'' (ایضاً)

اسی حرص کی بناء پر حسد دل میں اپنی جگہ بناتا ہے اور بسا اوقات اسی کی وجہ سے زبان غیبت وچغلی میں مشغول ہو جاتی ہے۔ کبھی شیطان اسی کو بنیاد بنا کر الزام تراشی جیسے قبیح فعل میں مبتلاء کر دیتا ہے اور کبھی یہی صفتِ قبیحہ انسان کو قتل وغارت تک پہنچا دیتی ہے۔ عموماً اسی کی وجہ سے رشوت وسود لینے اور چوری وڈاکہ زنی کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بے شمار گناہوں میں مبتلاء ہو کر اپنی آخرت کو برباد کرنے سے بچنے کے لئے دل کو حرص سے آزاد کرنا بے حد ضروری ہے۔ اور اس آزادی کے لئے حرص کی ضد یعنی قناعت کا دامن تھامنا لازم ہے۔

دل کو قناعت اور حرص سے دوری کی جانب مائل کرنے کے لئے درج ذیل احادیث پر غور بے حد معاون ثابت ہوسکتا ہے۔

☆ حضرت مطرف (رضی اللہ عنہ) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ سورہ تکاثر پڑھ رہے تھے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا ''بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالانکہ اے ابن آدم! تیرے لئے وہی ہے جو تو نے کھا کر ختم کر لیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا تو نے صدقہ کیا اور بچا لیا۔'' (مسلم۔ کتاب الزھد)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول

اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا، ''جو شخص اسلام لایا، اس کو بقدرِ کفایت رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا فرمایا، اس پر قناعت کی توفیق عطا فرمائی گئی، وہ شخص کامیاب ہو گیا۔'' (مسلم۔ کتاب الزکوۃ)

☆ حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ ''ایک مرتبہ رسول اللہ (ﷺ) نے تین لکڑیاں لیں، ایک اپنے سامنے گاڑی، دوسری اس کے پہلو میں اور تیسری کافی دور۔ پھر فرمایا، ''جانتے ہو یہ کیا ہے؟'' ہم نے عرض کی، ''اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) ہی بہتر جانتے ہیں۔'' فرمایا، ''یہ (قریب والی لکڑی) انسان ہے اور دور والی اس کی امید ہے اور پہلو والی اس کی موت ہے۔ انسان اپنی امید کی جانب دوڑتا ہے، لیکن اس تک پہنچنے سے پہلے ہی درمیان میں موت آ پہنچتی ہے۔'' (مشکوۃ بحوالہ شرح السنۃ)

☆ اور حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میری والدہ ایک دیوار کو لیپ رہے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ (ﷺ) کا وہاں سے گزر ہوا، آپ نے دریافت فرمایا، ''اے عبداللہ! یہ کیا ہے؟'' میں نے عرض کی، ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! ایک چیز کو درست کر رہے ہیں۔'' آپ نے فرمایا، ''میں معاملے کو اس سے زیادہ نزدیک گمان کرتا ہوں۔'' (یعنی موت بے حد قریب ہے)۔'' (ابوداؤد۔ کتاب الادب)

☆ حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے

میرے کندھے کو پکڑ کر فرمایا ''دنیا میں یوں رہو جیسے تم مسافر یا راہ گیر ہو اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرو۔'' حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) فرمایا کرتے تھے، ''جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو۔ اپنی صحت کو اپنے مرض سے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے غنیمت جانو۔'' (بخاری۔ کتاب الرقاق)

☆ حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تو مٹی سے تیمم فرما لیتے، میں عرض گزار ہوتا کہ ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! پانی تو آپ کے قریب ہے۔'' آپ (ہماری تعلیم کے لئے) ارشاد فرماتے، ''کیا خبر میں وہاں تک نہ پہنچ سکوں۔'' (مشکوۃ بحوالہ شرح السنۃ)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا فرمان ہے کہ ''دنیا مؤمن کا قید خانہ اور قحط ہے، جب دنیا سے جدا ہوتا ہے، تو قید خانے اور قحط سے جدا ہوتا ہے۔'' (مشکوۃ بحوالہ شرح السنۃ)

☆ اور حضرت ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہما) روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور مختصر نصیحت کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ''جب تم نماز پڑھو تو رخصت ہونے والے کی طرح پڑھو، ایسی بات نہ کہو کہ جس پر معذرت کرنی پڑے اور جو کچھ لوگوں سے

قبضے میں ہے،اس سے پوری طرح مایوس ہو جاؤ۔'' (احمد۔باقی مسند الانصار)

☆حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ماموں ابو ہاشم بن عتبہ (رضی اللہ عنہ) کی عیادت کے لئے گیا تو آپ رو پڑے۔ میں نے عرض کی،''ماموں جان! آپ کو کس چیز نے رلایا؟ تکلیف نے یا دنیا کے لالچ نے؟''فرمایا،'' ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ (بات یہ ہے کہ) رسول اللہ (ﷺ) نے ہم سے عہد لیا تھا مگر میں اس پر قائم نہ رہ سکا۔''میں نے پوچھا،'وہ عہد کیا تھا؟''فرمایا،''میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ''تمہارے لئے سارے مال سے ایک خادم اور جہاد کے لئے ایک گھوڑا کافی ہے۔''جب کہ میرے خیال میں میں نے اس سے زیادہ جمع کیا ہے۔''
(ترمذی۔کتاب الزھد)

اگر غور کیا جائے تو ان احادیثِ مبارکہ سے بطورِ خلاصہ یہ پیغام حاصل ہوتا ہے کہ حرص سے محفوظ رہنے کے لئے اپنی امیدوں کو مختصر رکھا جائے، موت کو کثرت سے یاد کیا جائے اور دنیا چھوڑ جانے پر بار بار غور کیا جائے۔

ذکر کردہ قول میں آخری دو چیزیں حسد اور نصیحت ہیں۔ حسد بھی دل کی ایک بری کیفیت کا نام ہے، جس کی وجہ سے انسان بارگاہِ ربّ ورسول (ﷺ) میں معتوب وغیر مقبول ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کے برعکس قلب کو اس سے پاک کر لینے کی بناء پر مذکورہ قول کے مطابق ایمان کے کامل ہونے کی بشارت ہے۔

اخروی تیاری کے لئے سنجیدہ مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو چاہیئے کہ اس صفت کو دور کرنے کے لئے نصیحت کو لازم پکڑیں، کیونکہ نصیحت کا قبول کرنا اس لعنت سے نجات دلوانے میں بے حد اہم کردار ادا کرتا ہے۔ [1]

حسد سے محفوظ رہنے کے لئے سب سے پہلے اس کی تعریف، پھر اس کی آفات اور پھر اس کا طریقہ علاج جاننا بہت ضروری ہے۔ آیئے بالترتیب ان تمام پر غور کی سعادت حاصل کریں۔ چنانچہ

شرعی لحاظ سے حسد کی تعریف یہ ہے کہ ''کسی مسلمان بھائی کے پاس اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت دیکھ کر تمنا کرنا کہ ''یہ نعمت اس سے چھن کر مجھے مل جائے۔'' حسد کرنے والے کو حاسد اور جس سے حسد ہوا، اسے محسود کہتے ہیں۔ اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حسد کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔

﴿1﴾ اپنے مسلمان بھائی سے نعمت کے زوال کی تمنا۔

﴿2﴾ اپنے لئے اس کے حصول کا ارادہ۔

چونکہ حاسد اپنے مسلمان بھائیوں سے ان کی نعمت کا زوال چاہتا ہے، جس سے اس کا اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر ناراض ہونا واضح ہوتا ہے، نیز نعمت کا زوال مسلمان بھائی کی رنجیدگی کا سبب بنے گا اور حاسد اسی کا ارادہ کرتا ہے، حالانکہ یہ دونوں فعل ممنوع ہیں، لھذا شریعت نے اسے حرام قرار دیا اور اس

---

[1]:۔حسد کے بارے میں مکمل تفصیل کے ساتھ جاننے کے لئے علامہ اکمل عطاری مدظلہ العالی کی تالیف ''نیکیوں کا چور'' ضرور زیر مطالعہ رکھیں۔(ادارہ)

کے لئے بے شمار وعیدیں ذکر فرمائیں، جن میں چند ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) نیک اعمال تباہ وبرباد:۔

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "حسد سے دور رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔" ﴿ابوداوٗد﴾

(۲) ایمان میں بگاڑ:۔

حضرتِ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ "حسد ایمان کو اس طرح بگاڑ دیتا ہے، جیسا ایلوا، شہد کو بگاڑ دیتا ہے۔" ﴿مسند الفردوس﴾

نوٹ:۔ گھیکوار ایک قسم کا پودا ہے جس کے پتے لمبے ہوتے ہیں اور ان سے لیس دار مادہ نکلتا ہے، اس پودے کے گودے کا خشک کیا ہوا رس، "ایلوا" کہلاتا ہے۔ چونکہ یہ بہت کڑوا ہوتا ہے لھذا شہد میں مل کر اس کے ذائقے کو بھی خراب کر دیتا ہے۔

(۳) جہنم میں داخلہ:۔

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بروزِ قیامت چھ قسم کے افراد، چھ باتوں کی وجہ سے "بغیر حساب و کتاب" جہنم میں جائیں گے۔" عرض کی گئی کہ "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک

وسلم)! وہ کون لوگ ہیں؟'' ارشاد فرمایا ''عرب عصبیت (یعنی گروہ بندی) کے باعث، حاکم ظلم کی وجہ سے، چودھری لوگ تکبر کی بناء پر، تاجر لوگ خیانت کے بدلے میں، دیہات والے جہالت کے سبب اور علماء حسد کے ذریعے۔ ۱ ''

﴿کنز العمال﴾

(۴) زندگی کا خاتمہ:۔

بعض اوقات حسد، زندگی کے اختتام کا سبب بھی بن جاتا ہے جیسا کہ درج ذیل حکایت سے ظاہر ہے۔

حضرتِ بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ایک شخص، ایک بادشاہ کا مقرب تھا۔ وہ روزانہ بادشاہ کے روبرو کھڑے ہو کر بطورِ نصیحت کہا کرتا تھا کہ ''احسان کرنے والے کے احسان کا بدلہ دو، برے شخص سے برائی سے پیش نہ آؤ کیونکہ برے انسان کے لئے تو اس کی برائی ہی کافی ہے۔'' بادشاہ اس کی بہترین نصیحتوں کی وجہ سے اسے بہت محبوب رکھتا تھا۔ ایک دوسرے درباری کو اس سے حسد ہو گیا، چنانچہ ایک دن، اس کی عزت کے خاتمے کے لئے بادشاہ سے جھوٹ بولتے ہوئے کہنے لگا کہ ''یہ شخص آپ کے بارے میں لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ ''بادشاہ کے منہ سے بہت سخت بدبو آتی ہے۔'' بادشاہ نے پوچھا کہ ''تیرے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟'' اس نے عرض کی کہ ''کل اسے اپنے قریب بلا

۱ :۔ معلوم ہوا کہ صرف علمِ دین کا حصول ہی نجاتِ آخرت کے لئے کافی نہیں بلکہ گناہوں سے پرہیز و کنارہ کشی بھی لازم و ضروری ہے۔

کر دیکھئے، یہ اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لے گا۔''

دوسری طرف اگلے روز حاسد، اس مقرب کو اپنے گھر لے گیا اور اسے خوب لہسن والا سالن کھلا دیا۔ یہ مقرب کھانے سے فارغ ہو کر حسبِ معمول دربار پہنچا اور بادشاہ کے روبرو نصیحت بیان کی۔ بادشاہ نے اسے اپنے قریب بلایا، اس نے اس خیال سے کہ میرے منہ کی لہسن کی بو بادشاہ تک نہ پہنچے، اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ بادشاہ کو اس حرکت کے باعث یقین ہو گیا کہ دوسرا درباری درست کہہ رہا تھا۔

بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے ایک عامل کو خط لکھا کہ ''اس خط کے لانے والے کی فوراً گردن اڑا دو اور اس کی لاش میں بھس بھر کر ہمارے پاس روانہ کرو۔'' بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ جب کسی کو انعام و اکرام دینا مقصود ہوتا تو خود اپنے ہاتھ سے خط لکھتا، اس کے علاوہ کوئی بھی حکم اپنے ہاتھ سے نہ لکھتا تھا۔ لیکن اس مرتبہ اس نے خلافِ معمول اپنے ہاتھ سے سزا کا حکم لکھ دیا۔ جب مقرب خط لے کر محل سے باہر نکلا تو حاسد نے اس پوچھا کہ ''یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ ''بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے فلاں عامل کے ہاتھ خط لکھا تھا، یہ وہی ہے۔'' حاسد نے خط لکھنے کے سابقہ طریقے پر قیاس کرتے ہوئے لالچ میں آ کر کہا کہ ''یہ خط مجھے دے دو۔'' مقرب نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خط اس کے حوالے کر دیا۔

حاسد فوراً عامل کے پاس پہنچا اور انعام و اکرام طلب کیا۔ عامل نے کہا کہ ''اس میں تو خط لانے والے کے قتل کرنے کا حکم درج ہے۔'' اب تو حاسد کے اوسان خطا ہو گئے، بڑی عاجزی سے بولا کہ ''یقین کرو کہ یہ خط تو کسی دوسرے شخص کے لئے لکھا گیا تھا، تم بادشاہ سے معلوم کروالو۔'' عامل نے جواب دیا کہ ''بادشاہ سلامت کے حکم میں کسی اگر مگر کی گنجائش نہیں ہوتی۔'' یہ کہہ کر اسے قتل کروا دیا۔

دوسرے دن مقرب، حسبِ معمول دربار میں پہنچا اور نصیحت بیان کی۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر اپنے فرمان کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا کہ ''وہ تو مجھ سے فلاں درباری نے لے لیا تھا۔'' بادشاہ نے کہا کہ ''وہ تو تیرے بارے میں بتاتا تھا کہ ''تو مجھے گندہ دھن کہا کرتا ہے؟'' مقرب نے عرض کی کہ ''میں نے تو کبھی بھی ایسا کلام نہیں کیا۔'' بادشاہ نے منہ پر ہاتھ رکھنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کی کہ ''اس شخص نے مجھے بہت سا لہسن کھلا دیا تھا چنانچہ میں پسند نہ کیا کہ اس کی بو آپ تک پہنچے۔'' بادشاہ نے سارا معاملہ سمجھ کر کہا کہ ''اب تم نصیحت کرتے ہوئے روزانہ یہ بات بھی کہا کرو کہ ''انسان کی خرابی کے لئے اس کا برا ہونا ہی کافی ہے جیسا کہ اس حاسد کا حال ہوا۔'' ﴿احیاء العلوم﴾

(۵) مغفرت ورحمت کا دروازہ بند ہو جانا:۔

حاسد و کینہ ور، اپنے مسلمان بھائی سے نعمت کے زوال کے متمنی ہوتے

ہیں اور زوالِ نعمت کی تمنا، عداوت و دشمنی کی علامت ہے اور اپنے مسلمان بھائی سے متعلق، عداوت و دشمنی کا دل میں موجود ہونا، انسان پر مغفرت و رحمت کے دروازے بند کروا دیتا ہے، جیسا کہ

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ہر ہفتے میں دو بار یعنی پیر اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال نامے (بارگاہِ الٰہی میں) پیش ہوتے ہیں، ہر بندے کی مغفرت ہوتی ہے مگر وہ شخص کہ ''اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان'' عداوت ہو، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ''انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو یہاں تک کہ باز آ جائیں۔'' ﴿مسند امام احمد﴾

چونکہ حسد میں عداوت صرف حاسد کی جانب پائی جاتی ہے لھذا دروازۂ مغفرت کا بند ہونے بھی فقط اسی کے لئے ہوگا۔

(۶) دعا، نامقبول:۔

حضرتِ فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''تین اشخاص ایسے ہیں کہ جن کی دعا قبول نہیں کی جاتی، پہلا حرام کھانے والا، دوسرا کثرت سے غیبت کرنے والا اور تیسرا وہ شخص کہ جس کے دل میں اپنے مسلمان بھائیوں سے کینہ یا حسد موجود ہو۔'' ﴿درۃ الناصحین﴾

(۷) دائمی غم، بے اجر مصیبت، قابلِ مذمت حالت، اللہ عزوجل کی ناراضگی اور توفیقِ الٰہی سے محرومی:۔

☆ حضرتِ فقیہ ابو اللیث سمر قندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''حسد سے بڑھ کر بدترین اور نقصان دہ کوئی شے نہیں، کیونکہ حسد کا اثر دشمن سے پہلے خود حاسد کو پانچ چیزوں میں مبتلاء کروا دیتا ہے۔

(1) کبھی منقطع نہ ہونے والا غم۔ (2) بے اجر مصیبت۔ (3) نا قابلِ تعریف اور لائقِ مذمت حالت۔ (4) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی۔ (5) توفیقِ الٰہی کے دروازے اس پر بند ہو جانا۔'' ﴿تنبیہ الغافلین﴾

(۸) عقل کا اندھا ہو جانا:۔

حضرتِ امام غزالی قدس سرہ کا فرمان ہے کہ ''حسد کے باعث، حاسد کا دل اندھا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اللہ عزوجل کے احکامات کو سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔'' (منہاج العابدین)

(۹) گناہوں میں مشغول کروا دینا:۔

حضرتِ وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ ''حاسد کی تین نشانیاں ہیں۔ (۱) جب سامنے آتا ہے تو چاپلوسی (یعنی بے جا تعریف) کرتا ہے۔ (۲) پیٹھ پیچھے غیبت کرتا ہے۔ (۳) جب دوسرے پر مصیبت آتی ہے تو خوش ہوتا ہے۔'' (منہاج العابدین)

یقیناً ان تمام نقصانات کو سرسری طور پر جان لینے والا بھی حسد کو برا سمجھنے پر مجبور ہو جائے گا۔ لھذا اس موقع پر نصیحت قبول کر لینے میں ہی عافیت نظر آتی

ہے۔

چنانچہ طریقہ علاج کے بارے میں نصیحت یہ ہے کہ حاسد کو لازم طور پر اور غیر حاسد کو احتیاطاً درج ذیل امور کا اختیار کرنا مفید ثابت ہوگا۔

(i) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بکثرت نجات وحفاظت کے لئے دعائیں کی جائیں۔

(ii) حسد کی مذکورہ تباہ کاریوں کو اکثر و بیشتر ذہن میں حاضر کرتے رہیں تاکہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، ایمان و نیک اعمال کی بربادی، ایمان کے بگاڑ، جہنم میں دخول اور توفیقِ الٰہی سے محرومی کا خوفِ حقیقی پیدا ہو جائے، کیونکہ جب تک کسی بڑے نقصان کے حصول کا صحیح خوف واندیشہ دل میں موجود نہ ہو، تو گناہ سے بچنا ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے۔

(iii) جب کسی کو اپنے مرنے کا یقینِ کامل حاصل ہو جائے تو فطرتاً اس کا دل دنیا کی نعمتوں سے بے رغبت واچاٹ اور آخرت کی جانب مائل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی اصول کو پیشِ نظر رکھ کر چاہیئے کہ کثرت کے ساتھ اپنی موت کو یاد کرتے رہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ ہی عرصے میں اس کی قلبی توجہ دوسروں کی نعمتوں سے ہٹ کر اخروی امور کی بہتری کی جانب مائل ہو جائے گی۔

حضرت ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ "جو شخص موت کو کثرت

سے یاد کرے تو اس کے حسد اور خوشی میں کمی واقع ہو جائے گی۔ (مسندِ امام احمد)

(iv) حاسد کے حسد میں مبتلاء ہونے کی بڑی وجہ "محسود کے پاس موجودہ نعمتوں کے باعث احساسِ کمتری کا شکار" ہونا ہے۔ یہ احساسِ کمتری اس وجہ سے پیدا ہوا کہ حاسد نے ایسے لوگوں پر نگاہ رکھی کہ جنہیں اللہ عزوجل نے اپنے فضل و کرم سے اس کے مقابلے میں زائد نعمتوں سے نوازا ہے، اگر حاسد درج ذیل حدیثِ پاک میں بیان کردہ اصول پر عمل پیرا ہونے کی سعادت حاصل کرتا تو اس صورتِ حال کا کبھی بھی سامنا نہ کرنا پڑتا۔

رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمانِ عظمت نشان ہے "اپنے سے نیچے درجے کے لوگوں کی جانب دیکھا کرو (اس کے برعکس) اوپر کے درجے کے لوگوں کو مت دیکھو اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کو حقیر نہ جانو گے۔" (ابنِ ماجہ)

لھذا حاسد کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں کا بکثرت مشاہدہ کرے کہ جنہیں اللہ عزوجل نے اپنے عدل وانصاف سے بے شمار نعمتوں اور صلاحیتوں سے محروم فرمایا ہے نیز اپنے سے زیادہ نعمتیں رکھنے والوں کی طرف سے توجہ ہٹانے کی بھرپور کوشش کرے، ان شاء اللہ عزوجل اس مشاہدۂ مسلسل کی برکت سے کچھ ہی دنوں میں نمایاں فرق بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے۔

(v) ہر ایک کو سلام میں پہل کریں نیز چاہے دل کتنا ہی انکار کرے، نفس وشیطان کیسا ہی زور لگائیں، خود آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرے اور محلِ فتنہ نہ ہو تو

گلے بھی لگائے مزید یہ کہ ایک دوسرے کو تحفے اور غائبانہ سلام بھجواتا رہیں۔

حضرتِ عطا خراسانی (رضی اللہ عنہ) روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، "ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرو، اس سے کینہ جاتا رہتا ہے اور ایک دوسرے کو تحفہ بھیجو، آپس میں محبت ہو گی اور دشمنی جاتی رہے گی۔ (مشکوۃ المصابیح)

(vi) جس نعمت کے ملاحظہ کے باعث حسد پیدا ہو، اگر شرعی طور پر ممنوع نہ ہو تو اسکی ترقی کے لئے بکثرت دعا کریں، مثلاً کسی کے حسن و جمال سے حسد ہے تو دعا کریں کہ "یا رب کریم! فلاں کے حسن و جمال میں برکت و اضافہ عطا فرما۔" اگر اسکی عزت و شہرت سے حسد ہے تو دعا کرے کہ "یا رب کریم! فلاں کو مزید عزت و شہرت عطا فرما، مخلوق کے قلب میں اس کی محبت میں اضافہ فرما اور اس کی عزت کو ہر آفت و نقص سے محفوظ فرما دے۔" وعلیٰ ھذا القیاس اسی طرح اسکی نعمتوں کی ترقی کے لئے دعا گو رہنے کی کوشش کرے۔

(vii) اپنی زبان کو اسکے عیوب و نقائص کے بیان کرنے سے سختی کے ساتھ روکے بلکہ اگر کوئی تیسرا آدمی محسود کی برائی اس کے سامنے بیان کرنے کی کوشش کرے تو ہرگز نہ سنے اور وہاں سے اٹھ جائے اور اگر اٹھنا ممکن نہ ہو تو محسود کی جانب سے دفاع کرے۔

(viii) اگر محسود کو کوئی غم لاحق ہو تو ضرور ضرور تعزیت کریں، بیمار ہو تو عیادت کریں، اس کے برعکس اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہو تو صدقِ دل سے

مبارکباد پیش کرے اور حتی الامکان مختلف طریقوں سے اس کی خوشی میں شریک ہونے کی کوشش کرے۔

(ix) اگر محسود کو اس کی مدد کی ضرورت ہو تو ممکن ہونے پر ضرور مدد کریں، اگر خود نہیں کر سکتا تو کسی دوسرے کے ذریعے اس کی حاجت کو پور کروائیں ، نیز محسود کے بغیر طلب کئے دینی یا دنیوی لحاظ سے جتنا فائدہ پہنچا سکتا ہیں، پہنچائیں۔

(x) جو اوصاف وکمالات محسود کی ذات میں موجود ہوں، اپنے دوستوں یا رشتہ داروں کے سامنے اس کا اعتراف کریں، نیز بکثرت اس کی جائز تعریف کریں اور اگر کوئی اس کے سامنے محسود کی تعریف کر دے تو خوش دلی سے سنیں اور صحیح بیان کردہ تعریف وفضائل کا اقرار کریں۔

اللہ تعالیٰ اس قول کی برکات سے تمام مسلمانوں کو مستفید فرمائیے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆